بائبل
کیا ہے
مولانا محمد تقی عثمانی
www.KitaboSunnat.com
۲٦٥
م - ب
ناشر:
مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴

بائبل کی تضاد بیانیاں

انجیل برناباس

مرتبہ

مولانا محمد تقی صاحب عثمانی

ناشر

مکتبہ دارالعلوم کراچی

ڈاکخانہ دارالعلوم، کراچی نمبر ۱۴

طبع دوم : رجب المرجب ۱۴۰۴ھ

: باہتمام :

فاروق القاسمی

فاضلِ دیوبند - ایم، اے (عثمانیہ)

قیمت :

مشہور آفسٹ پریس کراچی

ملنے کے پتے

مکتبہ دارالعلوم ڈاکخانہ دارالعلوم کرا

ادارۃ المعارف ڈاکخانہ دارالعلوم کرا

دارالاشاعت مولوی مسافرخانہ کراچی

ادارۂ اسلامیات نمبر ۱۹۰ انارکلی لاہ

"مَیں نے جب بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب پر غور کیا ہے اسے بڑی قدر و منزلت سے دیکھا ہے کیونکہ اس دین میں بڑی حیرت انگیز زندگی ہے، میرے نزدیک محمدؐ کا دین ہی ایک ایسا دین ہے جس میں ہر زمانہ کی ضرورتوں کو پورا کرنیکی صلاحیت موجود ہے، بلاشبہ دنیا کو چاہیے کہ میری جیسے بڑے آدمیوں کی پیشینگوئیوں کی پوری طرح قدر و منزلت کرے، اور میری پیشینگوئی دین محمدیؐ کی بابت یہ ہے کہ امروز فردا میں یورپ اس کو قبول کریگا، میں نے اس حیرت انگیز عظیم انسان کی زندگی کا مطالعہ کیا ہے اور یہ رائے رکھتا ہوں کہ وہ نہ حضرت عیسیٰؑ کے مخالف ہیں نہ عیسائیت کے، بلکہ انھیں تو کُل انسانیت کا نجات دہندہ سمجھنا چاہیے، مجھے یقین ہے کہ اگر محمدؐ جیسا آدمی موجودہ دنیا کا ڈکٹیٹر بنجائے تو اسے موجودہ دنیا کی ان تمام الجھنوں کو سُلجھا دینے میں ایسی کامیابی ہوگی کہ دنیا کو وہ مسرت و امن و راحت جس کی اُسے آج اس قدر ضرورت ہے میسر آجائیگی، گو دورِ حاضر کا یورپ بڑی زبردست ترقی کر گیا ہے، مگر انیسویں صدی میں تو یورپ کی اتنی ترقی نہ ہوئی تھی اُس وقت بھی یورپ میں کارلائل، گوئٹے اور گبن جیسے دیانتدار مفکرین موجود تھے جنھوں نے محمدؐ کے دین کی حقیقی قدر پہچانی اس لئے انکے زمانہ ہی سے اسلام کیطرف یورپ کا رویہ بدلنا شروع ہو گیا تھا، یہ ایک خوش آیند تبدیلی تھی، پھر یہ صدی آئی تو یورپ میں دینِ محمدیؐ کے ساتھ اور بھی قرب و انس پیدا ہونا شروع ہوا، بیسویں صدی تک یورپ کی اقوام کے قدم اس کی طرف زیادہ بڑھ جائیں گے، میرا مقصد یہ ہے کہ یورپ اپنی اُلجھنوں کو حل کرنے کے سلسلہ میں محمدؐ کے دین کی افادیت کو اور زیادہ محسوس کرنے لگے گا۔"

(جارج برنارڈ شا)

(بحوالہ "نوائے وقت" ۵ اگست ۱۹۶۵ء)

اظہار الحق

کے متعلق ایک وقیع رائے!

"اگر یہ کتاب دنیا میں پڑھی جاتی رہی تو دنیا میں مذہب عیسوی کی ترقی بند ہو جائے گی۔

(لندن ٹائمز)

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔

اسلام کے خلاف یہودیت وعیسائیت کے دل میں مندمل نہ ہونے والے جس ناسور نے گھر کرلیا تھا، اس کے متعلق قرآن شریف کی آیت وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَھُوْدُ وَلَنْ نَصَارٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَھُمْ میں لطیف اشارہ پایا جاتا ہے،

خیر القرون سے لے کر آج تک یہودیت وعیسائیت روپ بدل بدل کر اسلام سے ستیزہ کار رہی ہے، اور رہی! لیکن خدا کی بات جہاں تھی وہیں اب بھی ہے، یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ ط

دنیا کی تاریخ لکھنے والا اگر کوئی غیر متعصب مورخ کبھی پیدا ہوا (جس کی بہت کم امید ہی) تو وہ دیکھے گا کہ وہ کونسا محاذ اور کونسا میدان تھا

جہاں یہ قومیں ہمک ہمک کر اور بڑھ بڑھ کر اسلام کو دبانے اور مٹانے کے لئے نہ اُٹھیں اور خائب و خاسر ہو کر نہ لوٹیں،

کسی زمانہ میں صلیبی جہاد کا وہ غلغلہ بلند ہوا کہ بس معلوم ہوا کہ اسلام ان کے نرغہ میں آگیا ہے اور اس کی زندگی اُن کے رحم و کرم پر منحصر ہو جائے گی، مگر نور الدین زنگیؒ اور صلاح الدین ایوبیؒ جب قہرِ خداوندی بن کر ٹوٹے تو سارے منصوبے تارِ عنکبوت ہو کر رہ گئے،

دنیا حقیقت حال جانتی نہیں، عیسائیت کی یہ اتنی بھیانک اور عظیم الشان شکست تھی کہ اس کے بعد اس قوم نے اس محاذ ہی سے ہمیشہ کے لئے مکمل پسپائی اختیار کر لی، اور "جہاد" کا نام اس کے لئے اتنا بڑا ہوّا بن گیا کہ اس کو دنیا کی زندہ جاوید قوم کی زندگی سے خارج کرنے کے لئے ایک مستقل "نبی" گھڑنا پڑا مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ،

اس محاذ سے پسپائی کے بعد بہت سوچ بچار کر کے دل و دماغ کو نامسلمان بنانے کے منصوبے کو شروع کیا گیا، جو ہند و پاک میں "لارڈ میکالے کا نظریۂ تعلیم" کے نام سے مشہور و معروف ہوا،

مگر یہ شاید جانتے نہیں، یا جانتے ہوں تو مانتے نہیں، کہ نورِ خدا اُن کے ہر ہر محاذ، ہر ہر منصوبے پر ہمیشہ سے خندہ زن رہا ہے، اور ہمیشہ رہے گا، چنانچہ اس محاذ پر جو شکستیں اس قوم کو نصیب ہوئی ہیں وہ اگر کسی باحمیت قوم کو ہوتیں، تو وہ آئندہ مُنہ نہ دکھاتی،

جب ہندوستان پر انگریزی تسلط تھا، تو پادریوں نے حکومت

کی سشہ پاکر مناظرہ بازی کا میدان گرم کیا، مقصد صرف یہی تھا کہ کسی نہ کسی طرح اسلام کو زک پہنچائی جائے، مگر اس میدان میں بھی اُن کو جو شرمناک شکست اٹھانی پڑی ہے وہ صفحۂ تاریخ پر ثبت ہے، اور یہ شکست بھی کسی بڑے لاؤ لشکر سے نہیں دیگئی شکست دینے والا تنہا اللہ کا ایک نیکوکار بندہ تھا، جسے دُنیا والے...... مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کے نام نامی سے پہچانتے ہیں، عیسائیت کے تابوت میں آخری میخ انھیں کے بابرکت ہاتھوں ٹھونکی گئی،

عیسائیت کی تردید میں حرفِ آخر کی حیثیت رکھنے والی کتاب "اظہار الحق" مولانا موصوف ہی کی تصنیف ہے، اِس کتاب کی اہمیّت اور عیسائیت کے لئے خطرۂ عظیم ہونے کی شہادت کے لئے مشہور ہندوستانی اخبار "ٹائمز آف لنڈن" کا یہ ریمارک کافی ہے، اس نے لکھا تھا کہ:

"اگر دُنیا میں یہ کتاب پڑھی جاتی رہی تو دنیا میں مذہب عیسوی کی ترقی بند ہوجائے گی"

مختلف زمانوں میں اس کتاب کے جو دراصل عربی زبان میں تھی، کئی ایڈیشن شائع ہوتے، اس کا فارسی ترجمہ بھی چھپا، اور ترکی، فرانسیسی، انگریزی اور گجراتی زبان کے ایڈیشن بھی شائع ہوتے، مگر یہ راز اب تک نہ کھلا کہ کتاب پریس سے نکلتے ہی نایاب کیوں ہوتی رہی؟ بعض حضرات جہاں کتاب کی مقبولیت کو اس کا سبب قرار دیتے ہیں وہیں دوسرے حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ جب اس کی اشاعت کی نوبت آتی ہے تو مخالف قوتیں اپنے وسیع وسائل سے کام لیکر اس کو غائب کرادیتی ہیں،

یہ کتاب قریباً ایک صدی پہلے کی لکھی ہوئی ہے، اور اس زمانے میں ایسے لوگوں کے لئے قابلِ استفادہ بنانے کے لئے اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ اس پر تشریحی و تحقیقی کام کیا جائے، اور بالخصوص بائبل کے نسخوں کے اندر اس عرصے میں جو تحریفات ہوئی ہیں اُن کو واشگاف کیا جائے،

اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت جواں سال عالم مولانا محمد تقی صاحب عثمانی ابن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے لئے مقدر فرمادی تھی، موصوف نے شب و روز کی محنتِ شاقہ کے بعد اس کتاب پر مفصل حواشی تحریر کئے، جو عیسائیت کے موضوع پر نہایت قیمتی مواد سے بھرپور ہیں، اس کے شروع میں ایک مبسوط مقدمہ لکھا ہے، جس میں عیسائیت کے نظریاتی اور تاریخی دونوں پہلوؤں سے بڑی فکر انگیز بحثیں کی گئی ہیں،

کتاب ۲۰×۲۶ سائز کے تقریباً پندرہ سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے،
کتاب کا اردو ترجمہ دارالعلوم کراچی کے استاد مولانا اکبر علی صاحب سہارنپوری نے تحریر فرمایا ہے،

زیرِ اشاعت رسالہ "اظہار الحق" کے دو بابوں کے اقتباسات پر مشتمل ہے، اس سے عام ناظرین اندازہ لگا سکیں گے کہ اصل کتاب کس پائے کی ہوگی،

خاکسار
ناظم مکتبہ دارالعلوم

دیباچہ

ہندوستان پر مغربی اقتدار کے تاریک دور میں ایک زمانہ ایسا آیا تھا کہ عیسائی مشنریوں نے اپنی پوری طاقت ہندوستان کے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی مہم پر صرف کر رکھی تھی، ایک طرف تو مسلمانوں کے سر پر انگریز کی تلوار لٹک رہی تھی، دوسری طرف عیسائی مبلغ ان کے دین کے خلاف زہر اُگلتے پھر رہے تھے یہ صورتِ حال انتہائی خطرناک تھی، اور ہندوستان کے بعض علاقوں میں تو مسلمان دھڑا دھڑ مرتد ہو رہے تھے لیکن تاریخِ اسلام کا کوئی زمانہ ان سرفروشوں سے خالی نہیں رہا، جو دین کے ناموس پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اُس زمانے میں بھی علمائے اسلام کی ایک مقدس جماعت کھڑی کر دی، جس نے اپنی جان پر کھیل کر اس صبر آزما فتنے کا مقابلہ کیا، اور اس مقصد کے لئے اپنے جان و مال کی وہ بیش بہا قربانیاں پیش کیں جو اسلامی تاریخ میں یادگار رہیں گی،

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ اسی جماعت کے سرخیل تھے، جنہوں

نے اپنا گھر بار لُٹا کر اس فتنے کا مقابلہ کیا، حق گوئی کے صلے میں بیشمار اذیتیں سہیں، طرح طرح سے ستائے گئے، یہاں تک کہ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، اور جنت المعلیٰ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں آرام فرما ہیں، یہ مولانا ہی تھے جنھوں نے اکبر آباد کے شہرۂ آفاق مناظرے میں عیسائیوں کے مشہور پادری فنڈر کو شکست فاش دی تھی، یہ مناظرہ اپنی نوعیت کا منفرد مناظرہ تھا، پوری مسلمان دنیا میں اس کی دھوم تھی، اور اس میں پادری فنڈر نے انگریز حاکموں، ججوں، اور سینکڑوں مسلمان اور ہندو عوام کے سامنے بائبل میں تحریف کا اعتراف کیا تھا، اس مناظرے نے عیسائی مشنریوں کی کمر توڑ دی تھی، اور اس کے بعد یہ فتنہ زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکا،

مولانا نے عیسائیت کے موضوع پر اپنی تصانیف کا جو قیمتی ذخیرہ چھوڑا ہے، ان میں سب سے زیادہ معرکۃ الآراء کتاب "اظہارُ الحق" ہے، اس کتاب میں عیسائیت کے ہر ہر گوشے پر جو بھرپور، باوقار اور عالمانہ تنقید کی گئی ہے، شاید کسی زبان میں بھی اس کی مثال نہیں ہے، اصل کتاب عربی میں ہے، پھر اس کے فارسی، انگریزی، فرانسیسی، ترکی اور گجراتی زبانوں میں ترجمے بار بار شائع ہوئے ہیں، عیسائی پادریوں نے بارہا اس کے نسخے خرید خرید کر جلائے ہیں، اور ایک مدت تک یہ کتاب جامع ازہر کے نصاب میں داخل رہی ہے، بڑے بڑے علماء نے اسے مولاناؒ سے پڑھنے کے لئے دور دراز کے سفر کئے ہیں، اور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک مرتبہ "ٹائمز آف لندن" نے یہ لکھا تھا کہ "اگر یہ کتاب دنیا میں پڑھی جاتی رہی تو دنیا میں مذہب عیسوی کی ترقی بند ہو جائے گی۔"

افسوس ہے کہ آج جبکہ عیسائی مشنریوں نے پھر کروٹ لی ہے یہ کتاب

نایاب ہی، اور تعجب کی بات ہے کہ چھ زبانوں میں چھپنے کے باوجود اس کا کوئی اردو ترجمہ آج تک شائع نہیں ہوسکا، ایک عرصہ پہلے اس کا اردو ترجمہ ہوا تھا، مگر نامعلوم وجوہ کی بنا پر چھپ نہ سکا، اس کا مسوّدہ سورت کے کتب خانے میں موجود ہے، آج جب کوئی مسلمان عیسائیت پر قلم اٹھاتا ہی تو اس جیسی کتابوں کی نایابی اس کی ہمت توڑ دیتی ہے،

اس ضرورت کے پیشِ نظر میرے استاذ مکرم حضرت مولانا اکبر علی صاحب مدرس دارالعلوم کراچی نے اپنے ضعف اور تدریسی مصروفیات کے باوجود اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا ہے، جو بحمداللہ مکمل ہو چکا ہے، اور اب راقم الحروف نے اس کی ترتیب و تہذیب اور اس پر تشریحی حواشی (FOOT NOTES) لکھنے کا کام کیا ہے، اب یہ کتاب تین جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

یہ کتاب ایک مقدمے اور چھ بابوں پر مشتمل ہی:

پہلے باب[۱] میں "بائبل" کا مطلب، اس کی ایک ایک کتاب کا تاریخی جائزہ، بائبل کی تضاد بیانیاں، اور اس کی اخلاقی و تاریخی غلطیاں واضح کی گئی ہیں،

باب[۲] دوم میں ناقابلِ انکار دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ بائبل میں طرح طرح سے تحریفیں ہوئی ہیں،

باب[۳] سوم میں مسئلۂ نسخ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے،

باب[۴] چہارم میں عقیدۂ تثلیث کو عقل اور نقل کی روشنی میں باطل قرار دیا گیا ہی،

باب[۵] پنجم میں قرآن کریم کی حقانیت، اور

باب[۶] ششم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر بینظیر بحث ہے،

آنے والے صفحات میں احقر اس کتاب کے پہلے باب سے کچھ اقتباسات اپنے لکھے ہوئے حواشی سمیت قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہے، جس سے ایک مقصد تو اس کتاب کا تعارف کرانا ہے، دوسرے یہ پیش نظر ہے کہ قارئین مختصر سے وقت میں بائبل سے متعلق بڑی اچھی معلومات حاصل کر سکیں، جو حضرات ضخیم کتابوں کو پڑھنے کا وقت نہیں رکھتے امید ہے کہ انشاء اللہ اُن کے لئے یہ مختصر سا رسالہ بہت کار آمد ثابت ہو سکے گا،

محمد تقی عثمانی

دار العلوم کراچی ۱۴

بائبل کیا ہے؟

عیسائی حضرات اپنی مقدس کتابوں کی دو قسمیں کرتے ہیں، ایک وہ کتابیں جن کی نسبت اُن کا دعویٰ ہے کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے پیغمبروں کے واسطے سے ہم تک پہنچی ہیں، دوسری وہ کتابیں جن کی نسبت وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد الہام کے ذریعے لکھی گئی ہیں، پہلی قسم کی کتابوں کے مجموعے کو عہدِ عتیق[۱] اور دوسری قسم کے مجموعے کو عہدِ جدید کہتے ہیں، اور دونوں کے مجموعے کا نام بائبل[۲] رکھتے ہیں، یہ یونانی لفظ ہے، جس کے معنی "کتاب" کے ہیں، پھر دونوں عہدوں کی قسموں میں سے ایک وہ قسم ہے جس کی صحت پر تمام پچھلے عیسائی متفق ہیں، دوسری قسم وہ ہے جس کی صحت میں اختلاف ہے،

---

[۱] آجکل اسے پُرانا عہد نامہ (OLD TESTAMENT) اور عہدِ جدید کو نیا عہد نامہ (NEW TESTAMENT) کہتے ہیں،

[۲] BIBLE،

عہدِ قدیم کی پہلی قسم

اس مجموعے میں ۳۸ کتابیں ہیں : (۱) سِفر[1] تکوین[2]، اس کا دوسرا نام سفرالخلیقہ بھی ہے، (۲) سفر خروج[3]، (۳) سِفر احبار[4]، (۴) سفر عدد[5]، (۵) سفر استثناء[6]،

---

[1] یہ لفظ سین کے کسرہ اور فاء کے سکون کے ساتھ "سِفر" ہے، جس کے معنی عربی زبان میں صحیفہ اور کتاب کے ہیں،

[2] اردو میں اس کا نام "پیدائش" اور انگریزی میں (GENESIS) ہے، اس میں زمین و آسمان کی تخلیق سے لیکر حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق اور حضرت یوسف علیہم السلام کے زمانے کی تاریخ ہے، اور یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات پر ختم ہوگئی ہے، اس کے ۵۰ باب ہیں،

[3] اردو میں اس کا نام "خروج" ہی ہے، اور انگریزی میں (EXODUS) کہتے ہیں، اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے لیکر اُن کی دعوتِ اسلام، فرعون کے غرق ہونے اور کوہِ سینا پر اللہ سے ہمکلامی کے واقعات اور توریت کے احکام مذکور ہیں، اور یہ بنی اسرائیل کے صحرائے سینا میں خیمہ زن ہونے کے واقعات پر ختم ہوگیا ہے، اسے "خروج" اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کا واقعہ مذکور ہے، اس میں ۴۰ باب ہیں،

[4] اردو میں بھی اس کا نام "احبار" ہے، اور انگریزی میں (LEWUICUS) اس میں وہ احکام مذکور ہیں جو بنی اسرائیل کے صحرائے سینا میں خیمہ زن ہونے کے دوران انھیں دیئے گئے، اس کے ۲۷ باب ہیں،

[5] اسے اردو میں "گنتی" کہتے ہیں اور انگریزی میں (NUMBERS) اس میں بنی اسرائیل کی مردم شماری سے لیکر ان کے کنعان جانے سے پہلے تک کے احوال اور وہ احکام مذکور ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریائے اردن کے کنارے پر دیئے گئے، اس کے کُل ۳۶ باب ہیں،

[6] اسے اردو میں بھی استثناء اور انگریزی میں (DEUTERONOMY) کہا جاتا ہے اور اس میں وہ احکام اور واقعات مذکور ہیں جو "گنتی" کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات تک پیش آئے، اس کے کُل ۳۴ باب ہیں،

ان پانچوں کتابوں کے مجموعے کا نام "توریت" ہے، جو عبرانی لفظ ہے، اور جس کے معنی "شریعت" اور "تعلیم" کے ہیں، کبھی کبھی مجازاً یہ لفظ عہد عتیق کے مجموعے پر بھی بولا جاتا ہے،

(۶) کتاب یوشع بن نون، (۷) کتاب[1] القضاۃ، (۸) کتاب[2] راعوت، (۹) سفر سموئیل اوّل (۱۰) کتاب سموئیل ثانی (۱۱) سفر الملوک الاوّل (۱۲) سفر الملوک الثانی (۱۳) السفر الاوّل من اخبار الایام (۱۴) السفر الثانی من اخبار الایام (۱۵) السفر الاوّل لعزرا، (۱۶) السفر الثانی لعزرا، اس کا دوسرا نام سفر نحمیاہ بھی ہے،

---

[1] اسے اردو میں بھی "قضاۃ" اور انگریزی میں (JUDGES) کہا گیا ہے، اس میں حضرت یوشع علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کی حالتِ زار کی تفصیل بیان کی گئی ہے، جس میں ان کا کوئی بادشاہ نہ تھا، اُن کی بت پرستی اور بدکاریوں کی بناء پر بار بار اللہ تعالیٰ ان پر کوئی اجنبی بادشاہ مقرر کر دیتا جو اُن پر ظلم کرتا، پھر جب وہ خدا سے توبہ و فریاد کرتے تو اُن کے لئے کوئی قائد بھیجا جاتا، جو انھیں اس مصیبت سے نجات دلاتا، مگر وہ پھر بدکاریاں کرتے اور کوئی بادشاہ اُن پر مسلّط ہو جاتا، اور چونکہ اس زمانے میں جو قائد آتا اُسے وہ قاضی کہتے تھے، اس لئے اس کتاب کا نام قضاۃ ہے، اور اس میں ۲۱ باب ہیں،

[2] اس کا نام اردو میں "روت" اور انگریزی میں (RUTH) ہے، اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کے دادا عوبید کی والدہ جناب راعوت کے احوال مذکور ہیں، جو ایک مؤآبی خاتون تھیں پھر بیت اللحم میں آگئیں، اور وہاں بوعز سے شادی کی، جن سے عوبید، ان سے لیسّی اور ان سے داؤد علیہ السلام پیدا ہوئے، اس میں چار باب ہیں،

(۱۷) کتاب ایوب (۱۸) زبور (۱۹) امثالِ سلیمان (۲۰) کتابِ[۱] الجامعہ (۲۱) کتاب نشید الانشاد (۲۲) کتاب اشعیا۔ (۲۳) کتاب یرمیاہ (۲۴) مراثی یرمیاہ (۲۵) کتاب حزقیال (۲۶) کتاب دانیال (۲۷) کتاب یوشع (۲۸) کتاب یوایل، (۲۹) کتاب عاموس (۳۰) کتاب عبدیاہ (۳۱) کتاب یونان (۳۲) کتاب میخا، (۳۳) کتاب ناحوم (۳۴) کتاب حبقوق (۳۵) کتاب صفونیا (۳۶) کتاب حجی (۳۷) کتاب زکریا (۳۸) کتاب ملاخیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً ۴۲ سال قبل گزرے ہیں، یہ تمام ۳۸ کتابیں جمہور قدمائے مسیحین کے نزدیک معتمد اور معتبر اور تسلیم شدہ تھیں، البتہ سامری[۳] فرقے کے نزدیک صرف سات

[۱] اسے آجکل اردو میں "واعظ" اور انگریزی میں (ECCLESIASTES) کہا جاتا ہے، کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام جامعیا واعظ تھا اور اس کتاب میں کی نصیحتیں ذکر ہیں اسکے ۱۲ باب ہیں

[۲] اس کا نام اردو میں "غزل الغزلات" اور انگریزی میں (SONGS OF SOLOMON) ہے، اور یہ بقول نصاریٰ اُن گیتوں کا مجموعہ ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہے تھے، اور جن کا ذکر کتاب السلاطین اوّل میں ہے، کہ "اور اس نے تین ہزار مثلیں کہیں اور اس کے ایک ہزار پانچ گیت تھے" (۴: ۳۲) اس کے ۸ باب ہیں،

[۳] سامری یہودیوں کا ایک فرقہ، یہ فلسطین کے شہر سامرہ (SAMARIE) کی طرف منسوب ہیں، جو تباہ ہونے کے بعد دوبارہ نابلس کے نام سے مشہور ہوا، یہاں کے باشندے عام یہودیوں سے بنیادی طور پر دو امور میں اختلاف کرتے ہیں: ایک مسلّمہ کتب کی تعداد، جیسا کہ مصنف نے بیان فرمایا ہے، دوسری عبادت گاہ، یعنی وہ عام یہودیوں کے برخلاف یروشلم کے بجائے کوہ جرزیم پر عبادت کرتے ہیں جو نابلس کے جنوب میں ایک پہاڑ ہے، اور وہاں چوتھی صدی قبل مسیح میں منسّی نے (جس کا ذکر ۲ تواریخ ۳۳: ۱ میں ہے) ایک ہیکل تعمیر کیا تھا، تفصیلی حالات کیلئے ملاحظہ ہو شہرستانی، ص ۲۸ ج ۲،

کتابیں مسلّم ہیں، وہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں، اور کتابِ یوشع بن نون اور کتابُ القضاۃ، اُن کی توریت کا نسخہ عام یہودیوں کی توریت کے نسخے کے خلاف ہے[۱]،

عہدِ عتیق کی دُوسری قسم

یعنی وہ کتابیں جن کی صحت میں اختلاف ہے، یہ کُل ۹ کتابیں ہیں :-

(۱) کتاب استیر (۲) کتاب بارُوخ (۳) کتاب دانیال کا ایک جزو (۴) کتاب طوبیاہ (۵) کتاب یہودیت (۶) کتاب دانش (۷) کلیسائی پند و نصائح (۸) کتابُ المقابین الاوّل (۹) کتابُ المقابین الثانی[۲]،

---

[۱] یہاں اس بات کا ذکر دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ پروٹسٹنٹ فرقے کے نزدیک عہدِ قدیم کی کُل کتابیں اڑتیس[۳۸] ہیں، حالانکہ مشہور مؤرخ یوسیفس تقریباً ۱۰۰ء میں لکھتا ہے کہ: "ہمارے پاس صرف بائیس[۲۲] کتابیں ہیں جن میں زمانۂ ماضی کے حالات مندرج ہیں، اور الہامی تسلیم کی جاتی ہیں" (بحوالہ ہماری کتبِ مقدسہ از جی، ٹی منیلی ص ۴۷) عیسائی حضرات تین کو ایک تو قرار دیتے ہی تھے، اب اڑتیس کو بائیس بھی قرار دینے لگے، اور اس مقصد کیلئے عجیب عجیب تاویلیں کرتے ہیں کہ "انبیاءِ صغیر کی بارہ کتب کو ایک عزرا اور نحمیاہ کو ملا کر ایک رُوت اور قضاۃ کو ملا کر ایک اور یرمیاہ اور نوحہ کو ملا کر ایک شمار کیا جائے تو بائیس[۲۲] ہو جاتے ہیں" اس مضحکہ خیز حرکت پر ہم ان حضرات کے لئے ہدایت کی دعا کرنے کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں ؟

[۲] مکابیوں کی دوسری کتاب میں چند سالوں کی تاریخ اور نہایت بیہودہ قسم کی روایات ہیں، ان کتابوں کے علاوہ پہلا اور دوسرا الیسڈرلیس، تین بچوں کا گیت، بعل اور اژدہا اور منسّی کی دعا، پانچ کتابیں اور بھی مختلف فیہ ہیں، اور انہی چودہ کتابوں کے مجموعے کو "اپاکرفی" (APOCRYPHA) کہتے ہیں۔

عہد جدید کی پہلی قسم

وہ کتابیں جن کی صحت پر اتفاق ہے، یہ کُل بیس[2] کتابیں ہیں: (۱) انجیلِ متی[1] (۲) انجیلِ مرقس[2]، (۳) انجیلِ لوقا[3]

---

[1] یہ متی حواری ( ) کی طرف منسوب ہے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں میں سے ایک ہیں، آپ کفرناحوم (CAPHARNAUM) میں جو فلسطین کا ایک شہر تھا عشر وصول کرنے پر مامور تھے، آپ کو شہید کیا گیا، مگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کب؟ اور کہاں؟ اناجیل اربعہ میں سے ایک انجیل آپ ہی کی طرف منسوب ہے، اور اسے عیسائی حضرات قدیم ترین انجیل مانتے ہیں، اگرچہ وہ درحقیقت اُن کی ہرگز نہیں، ۱۲،

[2] مرقس (میم اور قاف پر پیش ہے) یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری جناب پطرس کے شاگرد ہیں، عیسائی حضرات کہتے ہیں کہ اسکندریہ کا کلیسا انھوں نے ہی قائم کیا تھا انھیں ۶۸ء میں قتل کیا گیا، ان کی انجیل سابقہ انبیاء کے اُن بیانوں سے شروع ہوتی ہے جو حضرت مسیحؑ کی تشریف آوری پر دیئے گئے اور حضرت عیسیٰؑ کے عروج آسمانی پر ختم ہو جاتی ہے، اس میں ۱۶ باب ہیں، انگریزی میں اسے (MARK) کہا جاتا ہے، ۱۲،

[3] لوقا (LUKE) اپنے زمانے میں طبیب تھے، پولس کے سفروں میں اس کے ساتھ تھے، جیسا (کلسیوں کے نام ۴: ۱۴ اور اعمال ۱۶) سے معلوم ہوتا ہے، تقریباً ۷۰ء میں انتقال ہوا ان کی انجیل حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کے واقعہ سے شروع ہوتی ہے، اور ۲۴ بابوں میں عروجِ آسمانی تک کے واقعات و احکام درج ہیں ۱۲

(۴) انجیل یوحنا(۱)، ان چاروں کو اناجیلِ اربعہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اور انجیل کا لفظ انہی چاروں کے ساتھ مخصوص ہے، اور کبھی کبھی مجازاً تمام عہدِ جدید کی کتابوں کے لئے بھی یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے، یہ لفظ معرب ہے، اصل یونانی لفظ "انکلیون" تھا، جس کے معنی بشارت اور تعلیم کے ہیں، (۵) کتاب اعمال حواریین (۶) پولس کا خط رومیوں کی جانب (۷) پولس کا خط قورنشوش والوں کی جانب (۸) دوسرا خط انہی کی جانب (۹) پولس کا خط غلاطیہ والوں کی طرف (۱۰) پولس کا خط افسس والوں کی طرف (۱۱) پولس کا خط فلپیّوں کی طرف (۱۲) پولس کا خط قولاسّس والوں کی طرف (۱۳) اس کا پہلا خط تسالونیقی والوں کی طرف، (۱۴) پولس کا دوسرا خط اُن کی جانب (۱۵) پولس کا رسالہ تیموتاؤس کی طرف (۱۶) اس کا دوسرا رسالہ اُن کی طرف (۱۷) پولس کا رسالہ تیطوس کی طرف (۱۸) پولس کا خط فیلیمون کی جانب (۱۹) پطرس کا پہلا رسالہ (۲۰) یوحنا کا پہلا رسالہ،

---

(۱) یُوحنا "حائے مفتوحہ (JOHN) جیب بن زبدی حضرت عیسیٰؑ کے بارہ حواریوں میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں، اناجیل اربعہ میں سے چوتھی انجیل آپ ہی سے منسوب ہے، اور عہد نامۂ جدید کے مجموعے میں تین خط اور ایک کتاب مکاشفہ بھی آپ کی طرف منسوب کی گئی ہے، آپ نے عمر بھر یہودیوں کے ظلم و ستم برداشت کئے، اور پہلی صدی عیسوی ہی میں آپ کا انتقال ہوا، یاد رہے کہ عیسائی حضرات حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بھی یوحنا کہتے ہیں، مگر اس کے ساتھ "المعمدان" کی قید ہے، یہاں وہ مراد نہیں، انکی انجیل میں حضرت یحییٰ علیہ السلام (جن کو بائبل میں JOHN کہا ہے) کی تشریف آوری کے بعد کے حالات سے حضرت عیسیٰؑ کے عروجِ آسمانی تک کے حالات درج ہیں، اور اس کے ۲۱ باب ہیں ۱۲ تقی

عہدِ جدید کی دُوسری قسم

یعنی جن کی صحت میں اختلاف ہے، یہ کُل سات کتابیں ہیں، اور بعض جملے یوحنا کے پہلے خط کے (۱) پولس کا خط جو عبرانیوں کی جانب ہے (۲) پطرس کا دوسرا رسالہ (۳) یوحنا کا دوسرا رسالہ (۴) یوحنا کا تیسرا رسالہ (۵) یعقوب کا رسالہ (۶) یہودا کا رسالہ (۷) مشاہداتِ یوحنا،

کتابوں کی تحقیق کیلئے عیسائی علماء کی مجلسیں

اس کے بعد ناظرین کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ ۳۲۵ء میں پادشاہ قسطنطین[1] کے حکم سے عیسائی علماء کا ایک عظیم الشان اجتماع شہر نائس میں ہوا، تاکہ مشکوک کتابوں کے بارے میں مشورے کے ذریعہ کوئی بات طے ہو جائے بڑی تحقیق اور مشورے کے بعد اُن علماء نے یہ فیصلہ کیا کہ کتاب یہودیت واجب التسلیم ہے، اس کے علاوہ باقی کتابوں کو بدستور مشکوک رکھا، یہ بات اس مقدمہ سے خوب واضح ہو جاتی ہے جو جیروم[2] نے کتابِ یہودیت پر لکھا ہے،

اس کے بعد دوسری مجلس ۳۶۴ء میں منعقد ہوئی، جو روڈیشیا کی مجلس کے نام سے مشہور ہے، اِس مجلس کے علماء نے بھی پہلی مجلس کے علماء کا فیصلہ کتابِ یہودیت

---

[1] یہ قسطنطین اوّل (CONSTANTINE I) ہے، جس کے نام پہ بیزنطیہ کو قسطنطنیہ کہا گیا ہے، کیونکہ اس نے اسے اپنا پایۂ تخت بنایا تھا، وفات ۳۳۷ء ۱۲ ت

[2] (ST. JEROME) عیسائیوں کا مشہور عالم اور فلاسفر ۳۴۰ء میں پیدا ہوا، اسی نے بائبل کا لاطینی میں ترجمہ کیا، اور بائبل کے علوم میں معروف ہوا، اس سلسلہ میں اس کی بہت سی تصانیف ہیں، ۴۲۰ء میں انتقال ہوا (یاد رہے کہ یہ جان ہس کا شاگرد جیروم متوفی ۱۴۱۶ء نہیں ہے)

کی نسبت برقرار رکھا، اور اس فیصلہ میں اس پر سات دیگر کتابوں کا اضافہ کر کے ان کو واجب التسلیم قرار دیا، کتاب استیر، یعقوب کا رسالہ، پطرس کا دوسرا رسالہ، یوحنا کا دوسرا اور تیسرا رسالہ، یہوداہ کا رسالہ، پولس کا رسالہ عبرانیوں کی جانب، اس مجلس نے اپنے اس فیصلہ کو عام پیغام کے ذریعہ مؤکد کر دیا، اور کتاب مشاهدات ان دونوں جلسوں میں بدستور خارج اور مشکوک ہی باقی رہی،

اس کے بعد ۳۹۷ء میں ایک اور بڑی مجلس جو کارتھیج کی مجلس کے نام سے مشہور رہی، منعقد ہوئی، اس مجلس کے شرکاء میں عیسائیوں کا مشہور فاضل آگسٹائن اور ۱۲۶ دوسرے مشہور علماء تھے، اس مجلس کے اراکین نے پہلی دونوں مجالس کے فیصلہ کو بدستور باقی رکھتے ہوئے اس پر مزید حسب ذیل کتابوں کا اضافہ کیا:

(۱) کتاب وانش (۲) کتاب طوبیاہ (۳) کتاب باروخ (۴) کتاب کلیسائی پند و نصائح (۵، ۶) مکابین کی دونوں کتابیں (۷) کتاب مشاہداتِ یوحنا، مگر اس جلسے کے شرکاء نے کتاب باروخ کو کتاب یرمیاہ کا تقریباً جزء قرار دیا، اس لئے کہ باروخ علیہ السلام، ارمیاہ علیہ السلام کے نائب اور خلیفہ تھے، اس لئے ان لوگوں نے اسماء کتب کی فہرست میں، کتاب باروخ کا نام علٰحدہ نہیں لکھا، اس کے بعد تین مجلسیں منعقد ہوئیں، مجلس ٹرلو اور مجلس فلورنس، اور مجلس ٹرنٹ، ان تینوں مجالس کے علماء نے بھی پہلی کارتھیج کی مجلس کے فیصلہ کو قائم اور باقی رکھا، صرف آخر کی دو مجلسوں نے کتاب باروخ کا نام ان کتابوں کے اسماء کی فہرست میں علٰحدہ لکھ دیا،

ان اسلاف کے فیصلوں سے فرقہ پروٹسٹنٹ کی بغاوت

ان کتابوں کی یہ پوزیشن سنہ ۱۲۰۰ء تک بدستور قائم رہی، یہاں تک کہ فرقہ پروٹسٹنٹ نمودار ہوا، جنھوں نے اپنے بزرگوں کے فیصلے کے خلاف کتاب باروخ، کتاب طوبیا، کتاب یہودیت، کتاب دانش، کتاب پند کلیسا اور مقابین کی دونوں کتابوں کے بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ یہ سب واجب الرد اور غیر مسلم ہیں، اسی طرح اس فرقے نے کتاب استر کے بعض ابواب کی نسبت اسلاف کے فیصلے کو رد کر دیا، اور بعض بابوں کے سلسلے میں اُن کے فیصلے کو تسلیم کیا، کیونکہ یہ کتاب سولہ ۱۶ ابواب پر مشتمل ہے، جس میں سے شروع کے نو ابواب اور باب نمبر ۱۰ کی تین آیتوں کے متعلق انھوں نے کہا ہے کہ یہ واجب التسلیم ہیں، اور باقی ستولہ ابواب واجب الرد ہیں، اس انکار اور رد کے سلسلے میں انھوں نے چھ ۶ دلائل پیش کئے:

۱۔ یہ کتابیں اپنی اصل زبانوں عبرانی اور کسدی میں جھوٹی ہیں، اور اس وقت ان زبانوں میں یہ کتابیں موجود بھی نہیں ہیں،

۲۔ یہودی اِن کتابوں کو الہامی تسلیم نہیں کرتے،

۳۔ تمام عیسائیوں نے ان کتابوں کو تسلیم نہیں کیا ہے،

۴۔ جیروم کہتا ہے کہ یہ کتابیں دینی مسائل کی تقریر و اثبات کے لئے کافی نہیں ہیں

۵۔ کملوس نے تصریح کی ہے کہ یہ کتابیں پڑھی جاتی ہیں، لیکن ہر مقام پر نہیں،

۶۔ یوسی بیس نے کتاب رابع کے باب نمبر ۲۲ میں تصریح کی ہے کہ یہ کتابیں محرّف ہو چکی ہیں، خصوصاً مقابین کی دوسری کتاب،

ملاحظہ کیجئے دلیل نمبر ۱ و ۲ و ۶ کو، کہ ان لوگوں نے کس طرح اپنے اسلاف اور بزرگوں کی اس بد دیانتی کا دعویٰ کیا کہ ہزاروں اشخاص کا ان کتابوں کے واجب التسلیم ہونے پر اتفاق کرنا غلط تھا، جن کی اصل اور مآخذ ناپید ہو چکے ہیں، اُن کے صرف تراجم باقی ہیں، اور جو یہودیوں کے نزدیک محرّف ہو چکی ہیں، بالخصوص مکابین کی دوسری کتاب، اب بتائیے کہ ایسی حالت میں اپنے کسی مخالف کے حق میں اُن کے اجماع یا اتفاق کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ اس کے برعکس فرقۂ کیتھولک والے آج تک ان کتابوں کو اپنے اسلاف کی اتباع میں تسلیم کرتے آئے ہیں۔

بائبل اختلافات سے لبریز ہے

بائیس ۲۲ برس یا بیالیس ۴۲ برس

کتاب سلاطین ثانی باب ۸ آیت ۲۶ میں کہا گیا ہے کہ:

"اخزیاہ بائیس ۲۲ برس کا تھا جب وہ سلطنت کرنے لگا"

اور کتاب تواریخ ثانی کے باب ۲۲ آیت ۲ میں یوں ہے:

"اخزیاہ بیالیس ۴۲ برس کا تھا، جب وہ سلطنت کرنے لگا"

دیکھئے ان دونوں عبارتوں میں کس قدر سخت اختلاف ہے، دوسرا قول یقینی طور پر غلط ہے، چنانچہ اُن کے مفسرین نے اس کا اعتراف کیا ہے، اور غلط کیونکر نہ ہو؟ جب کہ اس کے باپ یہورام کی عمر بوقت وفات کُل چالیس ۴۰ سالہ[1] تھی، اور اخزیاہ اپنے باپ کی وفات کے بعد فوراً تخت نشین ہوتا ہے، جیسا کہ

---

[1] ۲۱: ۲۰ میں ہے کہ "وہ بتیس برس کا تھا جب سلطنت کرنے لگا، اور اس نے آٹھ برس یروشلم میں سلطنت کی"

گذشتہ باب سے معلوم ہوتا ہے، ایسی صورت میں اگر دوسرے قول کو غلط نہ مانا جائے تو بیٹے کا اپنے باپ سے دو سال بڑا ہونا لازم آتا ہے،

چالیس ہزار یا چار ہزار

کتاب سلاطین اول باب ۴ آیت ۲۶ میں اس طرح ہے کہ:

"اور سلیمان کے ہاں اس کے رتھوں کے لئے چالیس ہزار تھان اور بارہ ہزار سوار تھے"

اور کتاب تواریخ ثانی کے باب ۹ آیت ۲۵ میں یوں ہے کہ:

"اور سلیمان کے پاس گھوڑوں کے لئے چار ہزار تھان اور بارہ ہزار سوار تھے"

فارسی اور اردو ترجموں میں بھی اسی طرح ہے، البتہ عربی ترجمے کے مترجم نے کتاب تواریخ کی عبارت کو بدل ڈالا، یعنی چار کے لفظ کو چالیس سے تبدیل[1] کر دیا، آدم کلارک مفسر نے کتاب سلاطین کی عبارت کے ذیل میں تراجم اور شروح کا یہ اختلاف نقل کیا ہے، پھر کہتا ہے:

"بہتر یہی ہے کہ ہم ان اختلافات کے پیش نظر تعداد کے بیان میں تحریف واقع ہونے کا اعتراف کرلیں"

لٹو، بیل یا ککڑیاں؟

کتاب سلاطین اول کے باب ۷ آیت ۲۴ میں، اور کتاب تواریخ ثانی کے باب ۴ آیت ۳ کے درمیان

---

[1] ہمارے پاس عربی ترجمے مطبوعہ ۱۸۶۵ء میں "چار ہزار" ہی کا لفظ ہے، "وکان لسلیمان اربعۃ آلاف مذود" انگریزی ترجمے میں بھی ایسا ہی ہے، ۱۲ تقی

اختلاف موجود ہے[۱]، آدم کلارک اپنی تفسیر جلد ۲، کتاب تواریخ کی عبارت کی شرح کے ذیل میں لکھتا ہے کہ:

بڑے بڑے محققین کی رائے یہ ہے کہ اس موقعہ پر کتاب سلاطین کی عبارت کو تسلیم کرلیا جائے، اور یہ ممکن ہے کہ لفظ "بقریم" "بقیم" کی جگہ استعمال کیا گیا ہو"

حالانکہ بقریم کے معنی بیل کے ہیں، اور بقیم کے معنی لٹو ہیں، بہرحال اس مفسر نے کتاب تواریخ میں تحریف ہونے کا اعتراف کرلیا ہے، اس لئے اس کے نزدیک کتاب تواریخ کی عبارت غلط ہوئی، ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین کہتے ہیں:

"یہاں پر حروف بدل جانے کی وجہ سے فرق پیدا ہوگیا ہے"

---

[۱] ان دونوں مقامات پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے بنائے ہوئے ایک حوض کا تذکرہ ہے اور اس کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کتاب سلاطین میں: "اور اس کے کنارے کے نیچے گرداگرد دس ہاتھ تک لٹو تھے، جو اسے یعنی بڑے حوض کو گھیرے ہوئے تھے، یہ لٹو دو قطاروں میں تھے، اور جب وہ ڈھالا گیا تب ہی یہ بھی ڈھالے گئے" (۷: ۲۴) اور کتاب تواریخ میں: "اور اس کے نیچے بیلوں کی صورتیں اس کے گرداگرد دس ہاتھ تک تھیں، اور اس بڑے حوض کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھیں، یہ بیل دو قطاروں میں تھے اور اسی کے ساتھ ڈھالے گئے تھے" (۴: ۳) یہ الفاظ اردو انگریزی ترجمے کے ہیں، عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۶۵ء کتاب تواریخ میں لٹو اور بیلوں کی بجائے ککڑیوں کا تذکرہ ہے: وشبہ قثاء

ملاحظہ فرمائیے کہاں لٹو، کہاں بیل اور کہاں ککڑیاں؟ ۱۲ ت

بیس۲۲ یا پچیس۲۵؟

اسی طرح کتاب تواریخ ثانی کے باب۲۵ آیت۱ میں اس طرح ہے کہ:

"آخر بیس برس کا تھا جب وہ سلطنت کرنے لگا، اور اس نے سولہ۱۶ برس یروشلم میں سلطنت کی"

اور باب ۲۹ میں ہے:

"حزقیاہ پچیس برس کا تھا، جب وہ سلطنت کرنے لگا"

یہاں پر بھی ایک عبارت یقیناً غلط ہے، اور بظاہر پہلی عبارت ہی غلط معلوم ہوتی ہے،

بعشا کا یہوداہ پر حملہ

کتاب سلاطین اوّل باب ۱۵ آیت ۳۳ میں ہے کہ:

"شاہ یہوداہ آسا کے تیسرے سال سے اخیاہ کا بیٹا بعشا ترضہ میں سارے اسرائیل پر بادشاہی کرنے لگا، اور اس نے چوبیس برس سلطنت کی"

مگر کتاب تواریخ ثانی باب۱۶ آیت۱ میں یوں ہے کہ:

"آسا کی سلطنت کے چھتیسویں برس اسرائیل کا بادشاہ یہوداہ پر چڑھ آیا"

ان دونوں عبارتوں میں اختلاف ہے، ان میں سے ایک یقینی طور پر غلط ہے، کیونکہ پہلی عبارت کے بموجب بعشا آسا کے چھبیسویں سال میں وفات پا چکا ہے،

---

۱ کیونکہ اس نے چوبیس۲۴ برس سلطنت کی، اور آسا کے بادشاہ ہونے کے دو سال بعد وہ بیٹھا تھا، اس طرح ۲۶ سال سال ہوئے، اور سلاطین اوّل ہی میں ہے کہ بعشا اپنے باپ دادا کے ساتھ سو گیا" (۱۶: ۶) اور شاہ یہوداہ آسا کے چھبیسویں سال بعشا کا بیٹا ایلہ ترضہ میں بنی اسرائیل پر سلطنت کرنے لگا" (۱۶: ۸)

اور آسا کی سلطنت کے چھتیسویں سال میں اس کی وفات کو دس سال گذر چکے ہیں تو پھر اس سال اس کا یہوداہ پر حملہ کرنا، کیونکر ممکن ہو سکتا ہے، ؟ ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین نے کتاب تواریخ کی عبارت کے ذیل میں کہا ہے کہ:

"ظاہر یہ ہے کہ یہ غلط ہے"

آدم کلارک جو ایک بڑے پایہ کا مسیحی عالم ہے کہتا ہے:

"یہ سال یعنی ۳۶ء آسا کی سلطنت کا سال نہیں ہے، بلکہ بادشاہت کی تقسیم کا سال ہر جو یربعام کے عہد میں ہوئی تھی"

بہر حال ان علماء نے یہ تسلیم کر لیا ہر کہ کتاب تواریخ کی عبارت غلط ہے، یا تو ۲۶ کی جگہ ۳۶ کا لفظ لکھا گیا ہے، یا لفظ تقسیم بادشاہت کے بجائے آسا کی بادشاہت لکھا گیا،

بابل کی قید سے رِہا ہونیوالوں کی تعداد

جو شخص کتاب عزرا کے باب ۲ کا مقابلہ کتاب نحمیاہ کے باب ۷ سے کرے گا اکثر مقامات پر دونوں میں بڑے سخت اختلافات پائے گا[1]، اور اگر ہم

[1] اس مقام پر دونوں بابوں میں ناموں کے اختلافات کو چھوڑ کر صرف گنتی کے بیس اختلافات موجود ہیں، جن میں سے بعض ہم نمونے کے طور پر ذیل کے نقشے میں پیش کرتے ہیں، اس میں بابل کی قید سے رہائی پانے والوں کی مردم شماری کی گئی ہے۔

آیۃ نمبر	الفاظ کتاب عزرا باب ۲	آیت نمبر	کتاب نحمیاہ باب ۷
۶	بنی پخت .... دو ہزار آٹھ سو بارہ	۱۱	بنی پخت موآب ..... دو ہزار آٹھ سو اٹھارہ
۲	بنی زتو نو سو پینتالیس	۱۳	بنی زتو آٹھ سو پینتالیس

اختلاف سے قطع نظر بھی کرلیں تب بھی ایک غلطی دونوں میں پائی جاتی ہے، وہ یہ کہ دونوں حاصل جمع میں متفق ہیں، اور کہتے ہیں کہ جو لوگ بابل کی قید سے رہائی پانے کے بعد وہاں سے اورشلم آئے ہیں اُن کی تعداد بیالیس ہزار تین سو ساٹھ افراد تھی، لیکن اگر ہم جمع کرتے ہیں تو یہ تعداد حاصل نہیں ہوتی، نہ عزرا میں نہ نحمیاہ میں بلکہ پہلی میں حاصل جمع انتیس ہزار آٹھ سو اٹھارہ اور دوسری میں اکتیس ہزار نوسو اسی ہوتی ہے، اور تعجب یہ ہے کہ متفقہ میزان مؤرخین کی تصریح کے مطابق غلط ہے،

یوسیفس[۱] اپنی تاریخ کی کتاب نمبر ۱۱ باب ۱ میں کہتا ہے :

"جو لوگ بابل سے اورشلم آئے اُن کی مردم شماری بیالیس ہزار چار سو باسٹھ افراد تھی"

ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین عزرا کی عبارت کی شرح کے ذیل میں کہتے ہیں:

(بقیہ حاشیہ ص ۳۱)

آیت نمبر	الفاظ کی کتاب عزرا، ۲	آیت نمبر	کتاب نحمیاہ، ۷
۱۲	بنی عزجاد، ایک ہزار دو سو بائیس	۱۷	بنی عزجاد، دو ہزار تین سو بائیس
۱۵	بنی عدین، چار سو چوّن	۲۰	بنی عدین، چھ سو پچپن
۱۹	بنی حاشوم، دو سو تیئیس	۲۲	بنی حاشوم، تین سو اٹھائیس
۲۸	بیت ایل اور عی کے لوگ، دو سو تیئیس	۳۲	بیت ایل اور عی کے لوگ، ایک سو تیئیس

[۱] یہ ایک یہودی کاہن تھا، اور اپنے عہد کے بادشاہوں کا منظورِ نظر، اس نے یونانی زبان میں اپنی قوم کی تاریخ لکھی تھی ۱۲ ت

"اس کتاب میں اور کتاب نحمیا کے باب ۷ نمبر، میں کاتبوں کی غلطی سے بہت بڑا فرق پیدا کیا ہوگیا ہے، اور جب انگریزی ترجمہ کی تالیف ہوئی تو اس کے بہت سے حصّہ[1] کی دوسرے نسخوں سے مقابلہ کرنے کے بعد تصیح کردی گئی، اور باقی میں یونانی ترجمہ عبرانی متن کی شرح میں متعین ہوگیا۔"

غور فرمائیں کہ یہ حالت اُن کی مقدس کتابوں کی ہے، یہ لوگ تصیح کے پردے میں ایسی زبردست تحریف کرتے ہیں کہ صدیوں سے تسلیم شدہ چیز ایک ہی آن میں خس و خاشاک کی طرح بہ جاتی ہے، اس کے باوجود اغلاط موجود ہیں، انصاف کی بات تو یہ ہے کہ یہ کتابیں اصل ہی سے غلط ہیں، تصیح کرنے والوں کا اس کے سوا کوئی قصور نہیں کہ وہ بیچارے جب عاجز ہوگئے تو انھوں نے اِن بے گناہ کاتبوں کے سر ڈال دیا جن کو اس سازش کی خبر بھی نہیں، اب جو صاحب ان دو بابوں میں غور کریں گے تو اغلاط اور اختلافات کی تعداد بیس سے بھی زیادہ ہوگی، آئندہ کا حال خدا جانے کہ وہ کس طرح تحریف کریں گے۔؟

اللہ یا شیطان؟

سفر سموئیل ثانی باب ۲۴ آیت ۱ میں یوں ہے کہ:

"اس کے خداوند کا غصہ اسرائیل پر بھڑکا، اور اس نے داؤد کے دل کو اُن کے خلاف یہ کہہ کر اُبھارا کہ جاکر اسرائیل اور یہوداہ کو گن۔"

---

[1] اُس وقت بھی انگریزی ترجمے میں تقریباً بیس اختلافات موجود ہیں، غور فرمائیے کہ بہت سے حصے کی تصیح کے بعد یہ حال ہے تو نہ جانے پہلے کیا عالم ہوگا؟

اور تواریخ اول باب نمبر ۲۱ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال ڈالنے والا شیطان تھا[1]، اور چونکہ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق خدا خالقِ شر نہیں ہے، اس لئے بڑا سخت اختلاف لازم آگیا،

ولادتِ مسیحؑ کے بعد حضرت مریمؑ کہاں رہیں؟

متی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحؑ کے والدین مسیح کی پیدائش کے بعد بیت اللحم ہی میں رہتے تھے، اور اس کے بعد ایک کلام سے واضح ہوتا ہے کہ بیت اللحم کے قیام کی مدت تقریباً دو سال تھی، اور چونکہ وہاں آتش پرستوں کا تسلط ہوگیا تو ان کے والدین مصر چلے گئے[2]، اور ہیرودیس[3] کی زندگی تک مصر ہی میں رہتے رہے، اس کے مرنے کے بعد واپس لوٹے تو ناصرہ میں قیام کیا،

اس کے برعکس لوقا[4] کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کے والدین اُن کی پیدائش کے بعد زچگی کے دن پورے کرتے ہی اورشلیم چلے گئے تھے،

---

[1] "اور شیطان نے اسرائیل کے خلاف اُٹھ کر داؤد کو اُبھارا، کہ اسرائیل کا شمار کرے"

[2] "پس وہ اٹھا اور بچے اور اس کی ماں کو لے کر اسرائیل کے ملک میں آگیا" (متی ۲: ۲۰)

[3] ہیرودیس (HEROD THE GREAT) یہوداہ کا بادشاہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت بنی اسرائیل پر حکومت کرتا تھا ۱۲

[4] "اور پھر جب موسیٰ کی شریعت کے موافق اُن کے پاک ہونے کے دن پورے ہوگئے تو وہ اس کو یروشلم میں لائے تاکہ خداوند کے آگے حاضر کریں" (لوقا ۲: ۲۲)

اور قربانی ادا کر کے ناصرہ چلے آتے تھے۔ اور وہاں دونوں کا مستقل قیام رہا، البتہ سال بھر صرف عید کے موقع پر اور شلیم چلے جاتے تھے، ہاں مسیح علیہ السلام نے ضرور ماں باپ کی اجازت و اطلاع کے بغیر عمر کے بارہویں سال میں اور شلیم میں تین روز قیام کیا[۱]،

اس کے بیان کے مطابق آتش پرستوں کے بیت اللحم میں آنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بلکہ اگر ان کی آمد کو تسلیم ہی کیا جائے تو وہ ناصرہ میں ہو سکتی ہے، کیونکہ راستہ میں اُن کی آمد بہت ہی بعید ہے، یہ بھی ممکن نہیں کہ اُن کے والدین مصر گئے ہوں، اور وہاں ہی ان کا قیام رہا ہو، کیونکہ اس کلام میں تصریح موجود ہے کہ یوسف نے یہوداہ کے علاقہ سے کبھی باہر قدم ہی نہیں نکالا، نہ مصر کی جانب نہ دوسری طرف،

لاٹھی ساتھ لینے کی ممانعت

انجیل متی کے باب نمبر ۱۰ آیت نمبر ۱۰، اور انجیل لوقا کے باب ۹ آیت ۳ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مسیح نے جب حواریوں کو روانہ کیا تو ان کو اپنے ساتھ لاٹھی رکھنے سے منع کیا[۲]، انجیل مرقس باب ۶ آیت ۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح نے ان کو لاٹھی لینے کی اجازت دی تھی[۳]،

---

[۱] "اور جب وہ خداوند کی شریعت کے مطابق سب کچھ کرا چکے تو گلیل میں اپنے شہر ناصرہ کو پھر گئے" (۲:۳۹) "اس کے ماں باپ عید فسح پر یروشلم جایا کرتے تھے" (۲:۴۱)

[۲] "راستہ کے لئے نہ جھولی لینا نہ دو دو کرتے، نہ جوتیاں نہ لاٹھی" (۱۰:۱۰)

[۳] "راستہ کے لئے لاٹھی کے سوا کچھ لو" (مرقس ۶:۸)

حضرت یحییٰ نے حضرت عیسیٰ کو کب پہچانا ؟

انجیل متی کے باب نمبر ۳ میں کہا گیا ہے کہ:

"جب[1] عیسیٰ یحییٰ کے پاس اصطباغ[1] کے لئے آئے، تو یحییٰ نے اُن کو یہ کہکر منع کیا کہ میں خود آپ سے بپتسمہ لینے کا محتاج ہوں، اور آپ میرے پاس آتے ہیں ؟ پھر عیسیٰ نے اُن سے اصطباغ لیا، اور پانی میں چلے، پھر آپ پر کبوتر کی شکل میں خدا کی رُوح نازل ہوئی "

اور انجیل یوحنا کے باب نمبر ا میں[2] یوں ہے کہ:

"یوحنا[3] نے یہ گواہی دی کہ میں نے رُوح کو کبوتر کی طرح آسمان سے اُترتے دیکھا ہے، اور وہ اُس پر ٹھہر گیا، اور میں تو اُسے پہچانتا بھی نہ تھا، مگر جس نے مجھے پانی کے بپتسمہ دینے کو بھیجا، اسی نے مجھ سے کہا کہ جس پر تو رُوح کو اُترتے ٹھیرتے دیکھے وہی رُوح القدس سے بپتسمہ دینے والا ہے "

اور انجیل متی کے باب نمبر اا میں یوں ہے کہ:

---

[1] اصطباغ (BAPTISM) عیسائیوں کی ایک رسم ہے کہ وقت کا بزرگ ترین شخص لوگوں کو پانی میں یا کسی رنگ میں نہلاتا ہے، عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ اس طرح گناہ دُھلتے ہیں، کوئی شخص نیا نیا عیسائی ہو تو اس کو سب سے پہلے اصطباغ کیا جاتا ہے، اردو بائبل میں اس عمل کو "بپتسمہ" کے نام سے یاد کیا گیا ہے، ۱۲

[2] آیت نمبر ۳۲، ۳۳،

[3] یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام،

"اور یوحنا نے قید خانے میں مسیح کے کاموں کا حال سُنکر اپنے شاگردوں کی معرفت پچھوا بھیجا کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں"

پہلی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یحییٰؑ عیسیٰؑ کو نزولِ روح کے پہلے سے جانتے تھے،[۱] اس کے برعکس دوسری عبارت یہ کہتی ہے کہ نزولِ رُوح سے پہلے بالکل ناواقف تھے، بعد میں پہچانا، تیسری عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ نزولِ روح کے بعد بھی اُن کو نہیں پہچانا،[۲]

مصنّف میزان الحق نے اپنی کتاب "حل الاشکال" کے صفحہ ۳۲ پر پہلی دونوں عبارتوں کی ایسی توجیہہ کی ہے جس کی تردید "استبشار" کے مصنّف نے کامل طور پر کردی ہے، اور یہ تردید مجھ تک پہنچی، اسی طرح میں نے بھی اس کی تردید اپنی کتاب "ازالۃ الشکوک" میں کی ہے،[۳] چونکہ توجیہہ کمزور تھی، اور اس سے متّی کی دونوں عبارتوں کا اختلاف دُور نہیں ہوتا تھا، اس لئے میں نے تطویل کے اندیشہ سے یہاں ترک کردی ہے،

پطرس کا انکار

چاروں اناجیل والے پطرس کے انکار[۴] کے سلسلے میں آٹھ لحاظ سے اختلاف کررہے ہیں:۔

ف۱ کیونکہ آپ نے بپتسمہ دینے سے اسی بناء پر انکار کیا،

ف۲ اسی لئے شاگردوں کو بھیجا،

ف۳ صفحہ ۳۸۲ جلد اول، اس موقع پر مصنف نے بڑی قیمتی بحث کی ہے، شائقین ضرور مطالعہ کریں

ف۴ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے (بروایت انجیل) گرفتار ہونے سے ایک روز پہلے رات کو پطرس سے کہا تھا کہ تم مرغ کے اذان دینے سے پہلے تین مرتبہ مجھے پہچاننے سے انکار

① متّیٰ اور مرقسؔ کی روایت کے مطابق پطرؔس کو حضرت عیسیٰؑ کا شاگرد قرار دینے والی دو لڑکیاں تھیں اور کچھ پاس کھڑے ہوئے مرد، اور لوقاؔ کی روایت کے مطابق ایک باندی اور دو مرد تھے،

② پہلی باندی کے سوال کرتے وقت متّیٰ کی روایت کے مطابق پطرؔس مکان کے صحن میں تھے، اور لوقا کی روایت کے مطابق مکان کے درمیان میں تھے، اور مرقسؔ کے بیان کے مطابق مکان کے نیچے کے حصے میں، اور یوحنا کے قول کے مطابق اندر،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴) کر دیگے، چنانچہ جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو گرفتار کر لیا، تو پطرس ان کے پیچھے پیچھے گئے، اور تین یہودیوں نے انھیں باری باری آگ میں دیکھ کر کہا کہ یہ بھی اُن کا ساتھی ہے، مگر پطرس نے ہر بار حضرت عیسیٰؑ کا ساتھی ہونے اور آپ کو پہچاننے سے انکار کیا، اتنے میں مُرغ بول پڑا، تو انھیں حضرت عیسیٰؑ کی کہی ہوئی بات یاد آئی، مصنف نے یہاں اسی واقعے کی طرف اشارہ فرمایا ہے ۱۲ تقی

لہ ۲۶: ۶۹ تا ۷۲

سلہ مرقس ۱۴: ۶۶، ۷۲ میں مذکور ہے کہ ایک لونڈی نے دو مرتبہ یہ بات کہی، پھر آخر میں پاس کھڑے ہونے والوں نے بھی اس کی تصدیق کی،

سلہ ۲۲: ۵۶، ۶۰،

کلہ آیت ۶۹،

ھلہ آیت ۵۵،

لہ آیت ۶۶ ، کہ یوحنا ۱۸: ۱۶، ۱۷،

③ پطرس سے کیا سوال کیا گیا؟ اس میں چاروں انجیلوں کا اختلاف پایا جاتا ہے،[1]

④ مرغ کا بولنا متی اور لوقا اور یوحنا کی روایت کے مطابق صرف ایک مرتبہ ہوا یعنی جب کہ پطرس تین مرتبہ انکار کر چکا، اور مرقس کے بیان کے مطابق تین مرتبہ، ایک دفعہ پہلے انکار کے بعد اور دو مرتبہ دوبارہ انکار کے بعد،

⑤ متی اور لوقا لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پطرس سے کہا تھا کہ مرغ کے بانگ دینے سے پہلے تین بار میرا انکار کرے گا، اور مرقس کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ تو مرغ کے دو مرتبہ بولنے سے پہلے تین بار میرا انکار کرے گا،

⑥ پطرس کا جواب اس باندی کو جس نے پہلے سوال کیا تھا متی کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ:

"میں نہیں جانتا کہ تو کیا کہتی ہے؟"

اور یوحنا کی روایت کے مطابق صرف: "میں نہیں ہوں"

---

[1] یوحنا میں ہے کہ "کیا تو بھی اس شخص کے شاگردوں میں سے ہے؟" (۱۸: ۱۷) لوقا میں ہے کہ لونڈی نے سوال نہیں کیا، اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ "یہ بھی اسی کے ساتھ تھا" مرقس اور متی کا بیان ہے کہ خود پطرس سے خطاب کر کے کہا: "تو بھی یسوع گلیلی کے ساتھ تھا"

اور مرقس کی روایت کے بموجب:

"میں نے تو نہ جانا اور نہ سمجھتا ہوں کہ تو کیا کہتی ہے؟"

اور لوقا کے بیان کے موافق:

"اے عورت میں اس کو نہیں جانتا۔"

⑦ متی کی روایت کے مطابق پطرس نے دوسرے سوال کا جواب قسم کھا کر اس طرح دیا:

"میں اس آدمی کو نہیں جانتا۔"

اور یوحنا کی روایت کے مطابق اس کا قول یہ ہے کہ:

"میں نہیں ہوں۔"

اور مرقس کی روایت کے مطابق فقط انکار، اور لوقا کی روایت کے مطابق

"میں نہیں ہوں۔"

⑧ کھڑے ہوئے لوگ مرقس کے بیان کے موافق سوال کے وقت گھر سے باہر تھے، اور لوقا کے کہنے کے موافق وہ صحن کے درمیان میں تھے،

مسیح علیہ السلام کے ساتھ ڈاکوؤں کا سلوک

متی[1] اور مرقس ان ڈاکوؤں کے بارے میں جن کو حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ سولی دی گئی تھی، کہتے ہیں کہ:

"وہ ڈاکو بھی جو اس کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے اس پر لعن طعن کرتے تھے۔"

---

[1] متی ۲۷: ۴۴، مرقس ۱۵: ۳۲،

لیکن لوقاؔ[51] کا بیان ہو کہ ایک نے مسیحؑ کو بے شرم کہا اور دوسرے نے ان سے چلاکر کہا:

"اے یسوع! جب تو اپنی بادشاہی میں آئے تو مجھے یاد کرنا[52]"،

پھر مسیحؑ نے اس کو جواب دیا کہ:

"آج ہی تو میرے ساتھ فردوس میں ہوگا"

ہندی ترجموں میں مطبوعہ ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء کے مترجموں نے متیؔ اور مرقسؔ کی عبارت میں تحریف کر ڈالی، اور اختلاف دور کرنے کے لئے تثنیہ کو مفرد سے بدل ڈالا[53]، یہ بات ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہے، جس کے چھوٹنے کی امید نہیں،

حضرت مسیحؑ کا دوبارہ زندہ ہونا

متیؔ کے بیان سے معلوم ہوتا[54] ہے کہ مریم مگدلینی اور دوسری مریم[55] جبکہ

---

[51] ۲۳، ۴۲، ۴۳،

[52] صرف یہی نہیں: اس سے پہلے یہ بھی ہو کہ جب آپ کو لعن طعن کیا تو دوسرے نے اسے جھڑک کر جواب دیا کہ کیا تو خدا سے بھی نہیں ڈرتا حالانکہ اسی سزا میں گرفتار ہو! (۲۳: ۴۰)

[53] مگر موجودہ اردو ترجموں میں تثنیہ ہی کا صیغہ ہے ۱۲ متی

[54] یہ دونوں انجیل کی روایت کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیرو تھیں، اور آپ کی قبر کی زیارت کے لئے آئی تھیں ۱۲

[55] انھیں متی میں یوسیس کی ماں کہا گیا ہو اور لوقا ۱۶ میں یعقوب کی ماں ۱۲

قبر کے پاس پہنچیں تو خدا کا فرشتہ نازل ہوا، اور پتھر قبر سے لڑھک گیا، اور وہ اس پر بیٹھ گیا، اور کہنے لگا کہ تم ڈرو مت اور جلدی چلی جاؤ،[۱]

اور مرقس کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ :

وہ دونوں اور سلومی جب قبر کے پاس پہونچیں تو دیکھا کہ پتھر لڑھکا ہوا ہے، اور جب قبر میں داخل ہوئیں تو ایک سفید ریش جوان کو قبر میں داہنی جانب بیٹھا دیکھا[۲]۔

اور لوقا کا بیان یہ ہے کہ :-

"یہ جب پہنچیں تو پتھر کو لڑھکا ہوا پایا، پھر وہ قبر میں داخل ہوگئیں مگر مسیح کا جسم نہ پایا، تو حیران ہوگئیں، اچانک اپنے پاس دو شخصوں کو دیکھا کہ سفید کپڑے پہنے ہوئے کھڑے ہیں[۳]"

پولس کے عیسائی ہونے کا واقعہ

کتاب الاعمال کے باب ۹، باب ۲۲ اور باب ۲۶ میں پولس کے ایمان لانے کا حال لکھا ہے[۴]:

---

[۱] پورے الفاظ: "تم نہ ڈرو، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم یسوع کو ڈھونڈتی ہو جو مصلوب ہوا تھا، وہ یہاں نہیں ہے کیونکہ مُردوں میں سے جی اٹھا ہے (۲۸:۵ تا ۷)

[۲] ۱۶:۴، ۵، پھر اس نے وہی بات کہی جو متی ۲۸:۵ سے ہم نے نقل کی،

[۳] لوقا ۲۴:۲ تا ۴،

[۴] اس اختلاف کو بخوبی سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ بائبل کے مطابق پولس جو یہودی تھا عیسائیوں کی دشمنی میں دمشق جا رہا تھا، راستے میں ایک نور اس پر چمکا، اور اسے عیسائی ہونے کی ترغیب میں حضرت مسیح کی آواز سنائی دی،

اور تینوں ابواب میں کئی لحاظ سے اختلاف ہے، ہم اس کتاب میں صرف تین وجوہ نقل کرتے ہیں، البتہ اپنی کتاب میں ازالۃ الشکوک میں ہم نے دس وجوہ لکھی ہیں،

(۱) یہ کہ باب ۹ میں یوں[1] ہے کہ:

"جو آدمی اس کے ہمراہ تھے وہ خاموش کھڑے رہ گئے، کیونکہ آواز تو سنتے تھے مگر کسی کو دیکھتے نہ تھے،"

اور باب ۲۲ میں یوں ہے کہ:

"اور میرے ساتھیوں نے نور تو دیکھا، لیکن جو مجھ سے بولتا تھا اس کی آواز نہ سُنی"

دیکھئے پہلی عبارت میں "آواز تو سنتے تھے" اور دوسری میں "آواز نہ سنی"، یہ دونوں کس قدر مختلف ہیں،

(۲) دوسرے باب ۹ میں اس طرح کہا گیا ہے کہ:

"اس سے خدا نے کہا کہ: اُٹھ اور شہر میں جا، اور جو تجھے کرنا چاہئے وہ تجھے کہا جائے گا"[2]

اور باب ۲۲ میں بھی ہے کہ:

"خداوند نے مجھے کہا کہ اُٹھ کر دمشق میں جا، جو کچھ تیرے کرنے کے لئے مقرر ہوا ہے وہاں تجھے سب کہا جائے گا"

---

[1] آیت ۷، [2] آیت ۶،

لیکن باب ۲۶ میں اس طرح ہے کہ:

"اُٹھ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو، کیونکہ میں اس لئے تجھ پر ظاہر ہوا ہوں کہ تجھے ان چیزوں کا بھی خادم اور گواہ مقرر کروں، جن کی گواہی کے لئے میں تجھے اس امت اور غیر قوموں سے بچاتا رہوں گا جن کے پاس تجھے اس لئے بھیجتا ہوں کہ تو ان کی آنکھیں کھول دے گا، کہ اندھیرے روشنی کی طرف اور شیطان کے اختیار سے خدا کی طرف رجوع لائیں اور مجھ پر ایمان لانے کے باعث گناہوں کی معافی اور مقدسوں میں شریک ہو کر میراث پائیں۔"

دیکھئے پہلے دونوں بابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پولس کے ذمہ جو کام تھا اس کی تفصیل و توضیح کو شہر میں پہونچنے پر موقوف رکھا گیا تھا، اور تیسری عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ آواز سننے کے مقام پر ہی اس کو بیان کر دیا گیا، پہلی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اس کے ساتھ تھے، وہ خاموش کھڑے ہو گئے، اور تیسری سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمین پر گر پڑے[1] اور دوسرے عبارت کھڑے رہنے اور گرنے کے معاملے میں خاموش ہے،

حضرت یحییٰؑ کی گرفتاری کا سبب

انجیل مرقس باب ۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہیرودیس یحییٰ علیہ السلام کی نیکی کا معتقد اور ان سے بہت خوش تھا، ان کا وعظ بھی سنتا تھا[2]، اس نے

---

[1] "جب ہم سب گر پڑے تو میں نے عبرانی زبان میں یہ آواز سنی" (اعمال ۲۶: ۱۴)

[2] "ہیرودیس یوحنا کو راستباز اور مقدس آدمی جان کر اس سے ڈرتا اور اسے بچائے رکھتا تھا اور اس کی باتیں سن کر حیران رہ جاتا تھا مگر سنتا خوشی سے تھا" (۲۰:۶)

ان پر جو کچھ بھی ظلم کیا وہ محض ہیرودیاس[1] کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے، لیکن اس کے برعکس لوقا کی انجیل باب ۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے صرف ہیرودیاس[2] کی رضاجوئی کی خاطر یحییٰ پر ظلم نہیں کیا، بلکہ اپنی خوشنودی بھی اس میں شامل تھی، کیونکہ وہ یحییٰ سے اپنی بدکاریوں کی بنا پر نالاں اور ناراض تھا،

بارہ[۱۲] حواریوں کے نام

متی و مرقس اور لوقا تینوں ان گیارہ حواریوں کے نام میں اتفاق رائے رکھتے ہیں، یعنی :-

۱- پطرس، ۲- اندریاس، ۳- یعقوب بن زبدی، ۴- یوحنا، ۵- فیلپس، ۶- برتلمائی، ۷- توما، ۸- متی، ۹- یعقوب بن حلفی، ۱۰- شمعون قنانی، ۱۱- یہوداہ اسکریوتی،

لیکن بارہویں کے نام میں سب کا اختلاف ہی، متی کا بیان ہے کہ اس کا نام لبادس ہے، اور لقب تدّاوس[3] تھا، مرقس تداوس[4] بیان کرتا ہے، لوقا کہتا ہے کہ وہ یہوداہ ہے

---

[1] ہیرودیس کی بیوی جو پہلے اس کی بھائی تھی اور اس سے شادی کرنے پر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ہیرودیاس کو منع کیا تھا جس پر ہیرودیس نے آپ کو گرفتار کرا دیا (دیکھئے مرقس ۶: ۱۷)

[2] اپنے بھائی فلپس کی بیوی۔ ہیرودیس کے سبب سے اور ان سب برائیوں کے سبب جو ہیرودیس نے کی تھیں (۳: ۱۹)

[3] عربی اور انگریزی ترجموں میں ایسا ہی ہے، مگر اردو ترجمے میں صرف "تدّی" مذکور ہے، (متی ۱۰: ۹)

[4] اردو ترجمے میں تدّی مذکور ہے (لوقا ۳: ۱۸)

یعقوب کا بھائی[۱]،

اعظم الحوارئین یا شیطان؟

متی نے اپنی انجیل کے باب ۱۶ آیت [۲] میں نقل کیا ہے "حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پطرس کو اعظم الحوارئین[۳] قرار دیا ہے، اس طرح کہ ان سے فرمایا: میں بھی تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پطرس ہے اور میں اس پتھر کو اپنی کلیسا بناؤں گا، اور عالم ارواح کے دروازے اس پر غالب نہ آئیں گے، میں آسمان کی بادشاہی کی کنجیاں تجھے دوں گا، اور جو کچھ تو زمین پر باندھے گا وہ آسمان پر بندھے گا اور جو کچھ زمین پر کھولے گا وہ آسمان پر کھلے گا"

پھر اسی باب[۴] میں آگے پطرس ہی کے حق میں حضرت عیسیٰؑ کا قول اس طرح نقل کیا ہے:

"اے شیطان: میرے سامنے سے دور ہو تو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے، کیونکہ تو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں کا خیال رکھتا ہے"

علماء پروٹسٹنٹ نے اپنے رسالوں میں قدیم عیسائیوں کے جو اقوال پطرس

---

[۱] عربی اور انگریزی ترجموں میں ایسا ہی مذکور ہے، مگر اردو ترجمہ میں یعقوب کا بیٹا لکھا ہوا ہے، (لوقا ۶:) اعمال ۱: ۱۲ میں بھی یہ نام بیان کئے گئے ہیں، اور اس میں بارہویں حواری کا نام لوقا کے مطابق ہے ۱۲ تقی

[۲] آیت ۱۸ اور ۱۹، [۳] چنانچہ رومن کیتھولک فرقہ پطرس کو تمام حواریوں میں افضل قرار دیتا ہے، اور پروٹسٹنٹ اسے تسلیم نہیں کرتا، [۴] آیت ۲۳،

کی مذمت میں نقل کئے ہیں، منجملہ اس کے یوحنا نے اپنی تفسیر متی میں تصریح کی ہو کہ پطرس میں تکبر کی بیماری تھی، اور شدید مخالفت کی، وہ بہت کم عقل انسان تھا، آگسٹائن کہتا ہے کہ:

"یہ شخص ثابت قدم اور پختہ نہیں تھا، کبھی تصدیق کرتا تھا اور کبھی شک کرنے لگتا"

غور کیجئے کہ جو شخص ان صفات کے ساتھ موصوف ہو کیا وہ آسمانوں کی کنجیوں کا مالک ہو سکتا ہے؟ اور کیا کوئی شیطان ایسا بھی ممکن ہو کہ جس پر جہنم کے دروازے قابو نہ پا سکیں؟

انجیر کے سوکھنے کا واقعہ

متی کے باب ۲۱[1] میں حضرت عیسیٰؑ کے متعلق نقل کیا ہے کہ:

"اور راہ کے کنارے انجیر کا ایک درخت دیکھ کر اس کے پاس گیا اور پتوں کے سوا اس میں کچھ نہ پا کر اس سے کہا کہ آئندہ تجھ میں کبھی پھل نہ لگے اور انجیر کا درخت اسی دم سوکھ گیا، شاگردوں نے یہ دیکھ کر تعجب کیا اور کہا یہ انجیر کا درخت کیونکر ایک دم سوکھ گیا، پھر حضرت مسیحؑ نے انھیں جواب دیا"

اور اس کے برعکس انجیل مرقس باب ۱۱ میں یہ واقعہ اس طرح مذکور ہے:

"اور وہ دور سے انجیر کا ایک درخت جس میں پتے تھے دیکھ کر گیا کہ شاید اس میں کچھ پائے، مگر جب اس کے پاس پہنچا تو پتوں کے

[1] ۱۸ تا ۲۰،

سوا کچھ نہ پایا، کیونکہ انجیر کا موسم نہ تھا، اس نے اس سے کہا کہ آئندہ کوئی تجھ سے کبھی پھل نہ کھائے، اور اس کے شاگردوں نے سنا۔"

اس کے بعد مذکور ہے کہ آپ یروشلم تشریف لے گئے، اور جب شام ہوئی تو شہر سے باہر تشریف لے گئے، پھر صبح کے وقت جب آپ کا گذر دوبارہ اس درخت کے پاس سے ہوا تو اس انجیر[1] کے درخت کو جڑ تک سوکھا ہوا دیکھا پطرس کو وہ بات یاد آئی، اور اس سے کہنے لگا:

"[1] اے ربی! دیکھ! یہ انجیر کا درخت جس پر تو نے لعنت کی تھی سوکھ گیا ہے۔"

اس پر حضرت مسیح نے جواب دیا، غور فرمائیے کہ دونوں عبارتوں میں کتنا شدید اختلاف ہے، پھر اختلاف کے علاوہ ایک چیز دوسری اور بھی ہے، وہ یہ کہ شرعی حیثیت سے عیسیٰؑ کو یہ حق کب حاصل تھا کہ اس درخت کا پھل بغیر اس کے مالک کی اجازت کے کھائیں؟ اور درخت کو بد دعا دینا جس سے سراسر مالک کا نقصان مقصود ہے یقیناً عقل کے خلاف ہے، اور یہ بات بھی بعید از عقل ہے کہ غیر موسم میں درخت سے اس کے پھل کی توقع کی جائے، اور نہ ہونے پر اس غریب پر غصہ کیا جائے، بلکہ شانِ اعجاز کا مقتضیٰ تو اس موقع پر یہ تھا کہ درخت کے حق میں ایسی دعا کی جاتی ہے کہ وہ فوراً پھل دار ہو جاتا، اور پھر مالک کی اجازت سے آپ بھی اس کو کھاتے، اور مالک کا فائدہ بھی ہوتا،

---

[1] آیت ۱۳ و ۱۴،

اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ مسیح خدا نہ تھے، اس لئے کہ اگر خدا ہوتے تو اُن کو معلوم ہوتا کہ درخت پر پھل نہیں ہے، اور نہ یہ پھل کا موسم ہے، اور نہ آپ اس پر غضبناک ہوتے،

حضرت مسیح کے سر پر عطر ڈالنے کا واقعہ،

جس شخص نے بھی اس عورت کا واقعہ[1] جس نے مسیح پر خوشبو کی شیشی اُلٹ دی تھی، انجیل متی کے باب ۲۶ میں اور انجیل مرقس کے باب ۱۴ میں اور انجیل یوحنا کے باب ۱۲ میں پڑھا ہوگا اس کو چھ قسم کے اختلافات نظر آئیں گے:

(۱) مرقس[2] نے تصریح کی ہے کہ یہ واقعہ فسح[3] سے ....

---

[1] یہ واقعہ انجیل متی کی رو سے مختصراً یہ ہو کہ عید سے دو روز قبل حضرت مسیح بیت عنیاہ میں کھانا کھا رہے تھے کہ ایک عورت نے بہایت ہی قیمتی عطر لاکر آپ کے سر میں ڈال دیا، جس پر حواری خفا ہوتے کہ خوالہ مخواہ ایک قیمتی عطر ضائع کیا گیا، ورنہ غریبوں کے کام آسکتا تھا، حضرت مسیح نے شکراً انھیں تنبیہ کی کہ غربا، تو ہمیشہ تمھارے پاس یہیں ہیں ہمیشہ تمھارے پاس نہ رہوں گا ۱۲ ت

[2] نیز متی نے بھی تصریح کی ہے (آیت ۲)

[3] عید فسح PASSOVER یہودیوں کا ایک مذہبی تہوار ہے جو ماہ نیسان (اپریل) کی چودھویں تاریخ کو منایا جاتا ہے، اور در حقیقت یہ بنی اسرائیل کے مصریوں سے نجات پانیکی یادگار تھی کیونکہ اسی تاریخ میں موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکلے تھے، "فسح" دُنبے کو کہتے ہیں، اور چونکہ اس دن میں ایک دُنبہ ذبح کیا جاتا تھا اس لئے اسے "عید فسح" کہتے ہیں' اس عید کے منانے کے تفصیلی احکام خروج ۱۳: ۱۵، احبار ۲۳: ۵، ۸ اور گنتی ۲۸: ۱۶، ۲۵ میں دیکھے جاسکتے ہیں ۱۲ تقی

دو روز قبل[1] کا ہی، یوحنا کا بیان ہے کہ ۶ روز قبل[2] کا ہے، متی عید[3] سے قبل کی مدت بیان کرنے سے خاموش ہے،

۲۔ متی اور مرقس دونوں اس واقعہ کا محلِ وقوع شمعون ابرص کا گھر بیان کرتے ہیں، اور یوحنا اس کی جگہ مریم[4] کا مکان ذکر کرتا ہے،

۳۔ متی اور مرقس خوشبو[5] کا مسیح کے سر پر ڈالنا ذکر کرتے ہیں اور یوحنا پاؤں[6] کا ذکر کرتا ہے،

۴۔ مرقس کا بیان ہے کہ معترضین حاضرین میں سے کچھ لوگ[7] تھے، اور متی کہتا ہی کہ اعتراض کرنے والے خود مسیح کے شاگرد تھے، اور یوحنا کے نزدیک معترض یہودا[8] تھا،

---

[1] مرقس ۱۴:۱،

[2] پھر یسوع عید فسح سے چھ روز پہلے بیت عنیاہ میں آیا (یوحنا ۱۲: ۱)

[3] لیکن ہمارے پاس سب ترجموں میں اس نے دو دن پہلے کی مدت بیان کی ہے (۲۶/۲)

شاید مصنف کے نسخے میں یہ عبارت نہ ہو،

[4] بائبل میں اگرچہ لعزر کا مکان مذکور ہی، مگر چونکہ وہ مریم کا بھائی تھا، اس لئے اس کے گھر کو مریم کا گھر بھی کہہ سکتے ہیں،

[5] متی ۲۶:۸، مرقس ۱۴: ۴،

[6] یسوع کے پاؤں پر ڈالا (یوحنا ۱۲: ۳)

[7] "بعض اپنے دل میں خفا ہو کر کہنے لگے" (۱۴: ۴)

[8] یعنی اسکریوتی (۱۲: ۴)

۵۔ یوحنا خوشبو کی قیمت ۳۰۰ دینار بتاتا ہے، اور مرقس نے مبالغہ کرتے ہوئے تین سو سے زائد مقدار بیان کی ہے، متی قیمت کو گول مول بیان کرتا ہی اور کہتا ہی کہ بیش قیمت تھا،

۶۔ تینوں راوی عیسیٰ علیہ السلام کا قول مختلف نقل کرتے ہیں،

متعدد قصوں پر اس کو محمول کرنا نہایت بعید ہی، کیونکہ یہ بات بہت ہی بعید ہی کہ ہر مرتبہ خوشبو لگانے والی عورت ہی ہو، اور ہر وقت کھانے کے وقت ہی یہ صورت پیش آئے، اور ہر قصہ میں دعوتِ طعام کی یہی شکل ہو، ہر مرتبہ ہر موقع پر معترضوں نے بالخصوص شاگردوں نے دوبارہ اعتراض کیا، حالانکہ یہ لوگ پہلی مرتبہ تھوڑے دن قبل عیسیٰؑ سے اس عورت کے فعل کی درستی اور اچھائی سُن چکے تھے، اور یہ کہ ہر واقعہ میں اس خوشبو کی قیمت ۳۰۰ دینار یا اس سے کچھ زیادہ ہی ہو، اس کے علاوہ عیسیٰؑ کی دو مرتبہ عورت کے فعلِ اسراف کی تصویب کرنا گویا ۶۰۰ دینار سے زیادہ کی فضول خرچی کو صحیح کہنا خود اسراف ہے، سچی بات یہ ہی کہ واقعہ ایک ہی ہے، اور یہ اختلاف انجیل کے ناقلوں کی عادت کے مطابق ہے،

عشائے ربّانی کا واقعہ

جو شخص لوقا کی انجیل کے باب ۲۲ کا مقابلہ متی کی انجیل کے باب ۲۶ سے اور مرقس کی انجیل کے باب ۱۴ سے عشاء ربّانی[1] کے حال کے بیان میں کرے گا، تو اس کو دو اختلاف

[1] عشاء ربانی (LORDS SUPPER) یا (EUCNARIST) عیسائیوں کی مشہور رسم ہی جس کی اصل بقول اناجیل یہ ہے کہ گرفتاری سے ایک رات پہلے حضرت

نظر آئیں گے، لوقا دو پیالے کا ذکر کرتا ہے، ایک کھانے کے وقت، دوسرا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱) عیسیٰؑ اپنے حواریوں کے ساتھ رات کا کھانا کھا رہے تھے کہ آپ نے پیالہ لیکر برکت کی دعا کی یا شکر ادا کیا، اور فرمایا کہ اسے لیکر آپس میں بانٹ لو، پھر روٹی لے کر اس پر بھی برکت کی دعا فرمائی اور یہ کہہ کر انھیں دی کہ:

"یہ میرا بدن ہے جو تمھارے واسطے دیا جاتا ہے میری یادگاری کیلئے یہی کیا کرو"

اس کے بعد عیسائیوں میں یہ رسم چل پڑی کہ وہ ایک پیالہ میں انگور کا رس لے کر پیتے ہیں اور شکر کرتے ہیں، اور روٹی توڑ کر شکر کرتے ہیں، پھر پروٹسٹنٹ فرقہ تو بات اسی حد تک رکھتا ہے، اور کہتا ہے کہ اس عمل سے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ لینے والا مسیح کے کفارے میں شریک ہے، اور اس پر پورا ایمان رکھتا ہے، کہ مسیح سے نجات مل سکتی ہے، اس عمل سے اُن کے نزدیک عقیدہ کفارہ پر ایمان رکھنے کا تعلق یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے بارے میں یہ کہا ہے کہ:

"میں ہوں وہ زندگی کی روٹی جو آسمان سے اتری، اگر کوئی اس میں سے کھائے تو ابد تک زندہ رہے گا" (یوحنا ۶: ۵۱)

اس کا مطلب یہی سمجھا گیا کہ جس طرح ایک انسان روٹی کو قربان کر کے کھاتا ہے اور اس سے توانائی حاصل کرتا ہے، اسی طرح حضرت مسیح قوم کے لئے قربان ہو جائیں گے، اور اس سے پوری قوم کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا، اب یہ روٹی کھانے کی رسم اسی عقیدہ کو تازہ کرتی ہے، اور کیتھولک فرقہ اس پر اضافہ کرتا ہے کہ اس عمل سے اس کھانے پینے کی ماہیت تبدیل ہو جاتی ہے (باقی برص ۵۳)

اس کے بعد[۱]، اور متی و مرقس صرف ایک کا ذکر کرتے ہیں، غالباً متی اور مرقس کا بیان درست ہی، اور لوقا کا غلط ہے، ورنہ کیتھولک والوں پر خصوصیت کے ساتھ بڑا اشکال پڑے گا، اس لئے کہ ان کو اس بات کا اقرار ہے کہ روٹی اور شراب پورے مسیح کی ذات میں منتقل ہو جاتے ہیں، اب اگر لوقا کا بیان درست مان لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ ہر پیالہ کامل مسیح بن گیا، اس طرح تو روٹی اور شراب سے تین کامل مسیحوں کا وجود ہونا لازم آئے گا، لہذا پہلے مسیح کے ساتھ مل کر کل چار مسیح ہو جائیں گے،

اس کے علاوہ عیسائیوں کے خلاف یہ جرم عائد ہوتا ہے کہ انھوں نے اس رسم[۲] کو کیوں ترک کر دیا، اور ایک ہی پر اکتفار کیوں کر لیا؟

دوسرے یہ کہ لوقا کی عبارت بتاتی ہے کہ عیسیٰؑ کا جسم شاگردوں کی جانب سے قربان ہو گیا[۳]، مرقس کی روایت واضح کرتی ہے کہ عیسیٰؑ کا خون بہت سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲) جب کوئی پادری "عشاء ربانی" دیتے وقت لاطینی زبان میں کہہ کر: "ہاکیست مئیم" یعنی "یہ میرا بدن ہے" تو فوراً روٹی مسیحؑ کا گوشت بن جاتی ہی، اور انگور کا رس مسیحؑ کا خون بن جاتا ہے اگرچہ وہ کھانے والے کو محسوس نہیں ہوتا، اور سینٹ تھامس ایکوائنس کا کہنا تو یہ ہی کہ پادری ایک روٹی کے جتنے ٹکڑے بھی کرے وہ سب کامل اور مکمل مسیح بن جاتے ہیں، اس عمل کو "عشاء ربانی" کا نام پولس نے دیا ہی، جیسا کہ کرنتھیوں (۱۱: ۲۰) سے معلوم ہوتا ہے، (یہ تفصیل انسائیکلوپیڈیا کا مقالہ (EUCHARIST) اور پادری ایچ، ایس نزبٹ کی کتاب "حقائق بائبل و روم" سے لی گئی ہے،

[۱] کھانے کے بعد پیالہ یہ کہہ کر دیا کہ یہ پیالہ میرے خون میں نیا عہد ہے

[۲] یعنی صرف ایک پیالہ "عشاء ربانی" کیوں بناتے ہیں، دوسرے سے کیوں نہیں مناتے؟

[۳] "یہ میرا بدن ہی جو تمھارے واسطے دیا جاتا ہے، (لوقا ۲۲: ۱۹)

کی جانب سے بہایا گیا[۱]،

اور متیّ کی روایت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ عیسیٰ کا جسد نہ کسی کی طرف سے قربان ہوا ہے، اور نہ اُن کا خون کسی کی طرف سے بہایا گیا ہے، بلکہ جو چیز بہائی جاتی ہے وہ عہد جدید[۲] ہے، حالانکہ عہد نہ بہانے کی چیز ہے اور نہ بہائی جائے گی،

اور بڑا تعجب اس بات پر ہے کہ یوحنا جو خوشبو لگانے اور گدھے پر سوار ہونے اور دوسرے وہ معمولی واقعات جو تینوں انجیل والے بیان کرتے ہیں، ذکر کرتا ہے، لیکن جو چیز دین مسیحی کے اہم ارکان میں سے ہے اُسے قطعی ذکر نہیں کرتا،

تجلی کا واقعہ

متیّ نے باب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک فقیہہ کی یہ درخواست کہ میں آپ کے ہمراہ جانا چاہتا ہوں[۳]، اور ایک دوسرے شخص کا یہ کہنا کہ میں پہلے اپنے باپ کو دفن کرآؤں پھر آپ کے ساتھ چلوں گا، اور بہت سے حالات اور واقعات ذکر کرنے کے بعد تجلی کا[۴] واقعہ اپنی انجیل کے باب۱۷ میں بیان کیا ہے، اور لوقا نے درخواست اور اجازت طلبی اپنی انجیل کے باب۹[۵] میں تجلی کے واقعہ[۶] کے بعد ذکر کی ہے اس لئے یقیناً ایک بیان غلط ہے:

---

۱ "یہ میرا عہد کا خون ہے جو بہتیروں کے لئے بہایا جاتا ہے" (مرقس ۱۴: ۲۴)

۲ لیکن ہمارے پاس سب ترجموں میں "عہد کا خون ہے" کے الفاظ ہیں، مصنف کے نسخے میں صرف عہد رہا ہوگا ۱۲

۳ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام گدرینیوں کے ملک سے تشریف لیجا رہے تھے

یہ بات تواب علمی دنیا میں ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ جو انجیل حضرت عیسٰی علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، وہ دنیا سے مفقود ہو چکی ہے، اس وقت جو کتابیں "انجیل" کے نام سے مشہور ہیں ان سے مراد حضرت عیسٰی علیہ السلام کی سوانح حیات ہے، جسے مختلف لوگوں نے قلمبند کیا ہے، اور اس میں آپکی تعلیمات کا ایک بڑا حصہ پایا جاتا ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ؎۵ تجلی کا واقعہ از روئے انجیل مختصراً یہ ہے کہ حضرت عیسٰیؑ، پطرس، یعقوب اور یوحنا کو ساتھ لیکر ایک اونچے پہاڑ پر تشریف لیگئے، وہاں حواریوں کے سامنے آپ کی صورت بدل گئی، اور چہرہ چمکنے لگا، حضرت عیسٰی و الیاس آپسے باتیں کرتے ہوئے نظر آئے، پھر اچانک ایک نورانی بادل نے اُن پر سایہ کیا، اور اُس میں سے آواز سنائی دی، کہ: یہ میرا بیٹا ہے، اور میں اسسے خوش ہوں" ؎۵ آیت ۵۷ تا ۶۰، لوقا ۹: ۲۸،

تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مختلف شاگردوں اور حواریوں نے اس قسم کی انجیلیں لکھی تھیں، لوقا اپنی انجیل کے شروع میں لکھتے ہیں:

"چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں اُن کو ترتیب وار بیان کریں' جیساکہ انھوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے اُن کو ہم تک پہنچایا۔"

(لوقا ۱: ۱ و ۲)

لیکن عیسائی حضرات نے ان بہت سی انجیلوں میں سے صرف چار انجیلوں کو معتبر مانا ہے، جو علی الترتیب متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کی طرف منسوب ہیں، باقی انجیلیں یا تو گم ہو چکی ہیں، یا موجود ہیں، مگر انھیں عیسائی حضرات تسلیم نہیں کرتے،

لیکن آج سے تقریباً ڈھائی سو سال پہلے ایک کتاب دریافت ہوئی جو برناباس حواری کی طرف منسوب ہے، اس کتاب کی دریافت نے دنیا بھر میں ایک ہلچل پیدا کر دی، اس لئے کہ اُس میں نہ صرف یہ کہ بے شمار باتیں ایسی موجود تھیں، جن سے عیسائیت کا پورا ایوان منہدم ہو جاتا ہے، بلکہ اس میں نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی بھی لکھا ہوا تھا، اُس وقت سے لے کر آج تک بہت سے علماءِ عیسائیت اور ماہرین تاریخ نے اس کتاب کو اپنا موضوعِ بحث بنایا ہے، اور تمام عیسائی علماء نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ اصلی انجیل برناباس نہیں ہے، بلکہ اس کا مصنف کوئی مسلمان ہے

جس نے عیسائیت کو غلط ثابت کرنے کے لئے اُسے برناباس حواری کی طرف منسوب کر دیا،

جناب سید رشید رضا مصری مرحوم کے ایک مختصر مضمون کے سوا اس سلسلے میں کسی مسلمان کی کوئی تحریر میری نظر سے نہیں گذری، حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "اظہار الحق" میں انجیل برناباس کا بہت مختصر ذکر فرمایا ہے، راقم الحروف حال ہی میں اظہار الحق کے اردو ترجمے کی شرح سے فارغ ہوا ہے۔ اسی دوران مجھے انجیل برناباس اور اس کے موضوع پر مختلف مضامین پڑھنے کا اتفاق ہوا، اُس مطالعے کا حاصل میں اس مختصر رسالے میں پیش کر رہا ہوں، امید ہے کہ علم دوست حضرات کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا،

میں سب سے پہلے انجیل برناباس کا مختصر تعارف اور اس کے کچھ اقتباسات پیش کروں گا اور اس کے بعد قدرے تفصیل کے ساتھ اس بات کی تحقیق کی جائے گی، کہ یہ انجیل اصلی ہے یا جعلی؟ انجیل برناباس معروف اناجیل اربعہ سے بہت سی چیزوں میں مختلف ہے، لیکن چار اختلافات ایسے ہیں جنھیں بنیادی اہمیت حاصل ہے :۔

- اس انجیل میں حضرت مسیح نے اپنے "خدا" اور "خدا کا بیٹا" ہونے سے صاف انکار کیا ہے،
- اس میں حضرت مسیح نے بتایا ہے کہ وہ "مسیح" یا "مسیّا" جس کی بشارت عہد قدیم کے صحیفوں میں دی گئی ہے، اس سے مراد میں نہیں ہوں بلکہ

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مصداق ہیں جو آخر زمانے میں مبعوث ہوں گے،

③ برنا باس کا بیان ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی نہیں دی گئی، بلکہ اُن کی جگہ یہوداہ اسکریوتی کی صورت بدل دی گئی تھی، جسے یہودیوں نے حضرت عیسیٰ سمجھا، اور پھانسی پر چڑھا دیا، حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے آسمان پر اٹھا لیا تھا،

④ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جس بیٹے کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا، وہ حضرت اسحٰق نہیں بلکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے،

انجیل برنا باس میں آنحضرتؐ کا اسم گرامی

ذیل میں ہم انجیل برنا باس کی چند وہ عبارتیں پیش کرتے ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارتیں ذکر کی گئی ہیں، ہمارے پاس انجیل کے عربی اور اردو ترجمے ہیں، ہم یہاں دونوں کی عبارتیں نقل کریں گے اردو ترجمہ پر اس لئے اکتفا نہیں کیا گیا کہ وہ ایک مسلمان عالم کا کیا ہوا ہے، اس کے برعکس عربی ترجمہ ڈاکٹر خلیل سعادت نے کیا ہے جو ایک عیسائی عالم ہیں،

① لستُ اھلاً اَن احلّ رباطات جرموق او سیور حذاء رسول اللہ الذی تسمّونہ	"میں اس کے لائق بھی نہیں ہوں کہ اس رسول اللہؐ کے جوتے کے بند یا نعلین کے تسمے کھولوں، جس کو تم مسیّا کہتے ہو،

مسیا الذی خلق قبلی و یأتی بعدی،
(فصل نمبر ۴۲ آیت نمبر ۱۴)

وہ جو کہ میرے پہلے پیدا کیا گیا او. اب میرے بعد آئے گا،
(عربی ترجمہ مطبوعہ قاہرہ ۱۹۵۸ء ص ۶۴
و اردو ترجمہ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ء ص ۶۴)

(۲) لمّا رأیته امتلأت عزاء قائلاً یا محمّد لیکن اللہ معك و لیجعلنی اھلاً ان احل سیر حذ ائك (فصل نمبر ۴۴ آیت ۳۰)

ترجمہ:- "اور جب کہ میں نے اس کو دیکھا میں تسلّی سے بھر کر کہنے لگا اے محمدؐ! اللہ تیرے ساتھ ہو اور مجھ کو اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں" (عربی ترجمہ ص ۶۹، اردو ترجمہ ص ۷۰)

(۳) اجاب التلامیذ یا معلّم من عسی ان یکون ذٰلك الرجل الذی تتکلّم عنه الذی سیأتی الی العالم، اجاب یسوع بابتھاج قلب، انه محمّد رسول اللہ (فصل نمبر ۱۶۳ آیات ۷، ۸)

ترجمہ:- "شاگردوں نے جواب میں کہا، اے معلّم: وہ آدمی کون ہوگا جس کی نسبت تو یہ باتیں کہہ رہا ہے، اور جو کہ دنیا میں عنقریب آئے گا، یسوع نے دلی خوشی کے ساتھ جواب دیا، بیشک وہ محمد رسول اللہؐ ہے"،

(عربی ترجمہ ص ۲۵۲ اردو ترجمہ ص ۲۴۳)

(۴) الحق اقول لکم متکلّماً من القلب انی اقشعر لانّ العالم سیدعونی الٰھاً وعلیّ ان اقدم لاجل ھٰذا حساباً، لعمر اللہ الذی نفسی واقفة فی حضرته انی رجل فانٍ کسائر الناس، (فصل ۵۲، آیت ۱۰ تا ۱۳)

"میں تم سے سچ کہتا ہوں دل سے باتیں کرتا ہوا کہ ہر آئینہ میرے بھی رونگٹے کھڑے ہوں گے، اس لئے کہ دنیا مجھ کو معبود کہے گی، اور مجھ پر لازم ہوگا کہ اس کے حضور میں حساب پیش کروں، اللہ کی زندگانی کی قسم ہے، وہ اللہ کہ میری جان اس کے حضور میں کھڑی ہونے والی ہے، کہ بیشک میں بھی ایک فنا ہونے والا آدمی ہوں، تمام انسانوں جیسا"

(عربی ترجمہ ص ۸۲، اردو ترجمہ ص ۸۲)

نسخہ انجیل کی دریافت قدیم عیسائی لٹریچر میں انجیل برناباس کا ذکر ایک گم شدہ کتاب کی حیثیت سے ملتا ہے، لیکن ۱۷۰۹ء میں شاہ پروشیا کے ایک مشیر کو جس کا نام کریمر تھا، ایمسٹرڈم کے مقام پر کسی کتب خانہ سے ایک کتاب ہاتھ لگی، جو اطالوی زبان میں تھی، اور اس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ برناباس حواری کی لکھی ہوئی انجیل ہے، اُس وقت تک صرف اتنا معلوم ہو سکا تھا کہ کریمر نے یہ اطالوی نسخہ ایمسٹرڈم کے کسی صاحب حیثیت آدمی سے حاصل کیا تھا، جو اُسے انتہائی قیمتی کتاب سمجھتا تھا، کریمر نے یہ نسخہ شہزادہ آیوجین ساقومی کو تحفہ کے طور پر دیدیا، اس کے بعد ۱۷۳۸ء میں آسٹریا کے پایۂ تخت وآئنا کے شاہی کتب خانہ میں منتقل ہوگیا، اور آج تک وہیں ہے،

اس کے بعد اٹھارہویں صدی کی ابتدا ہی میں ہڈلی کے مقام پر ڈاکٹر ہلمن کو انجیل برناباس کا ایک اور نسخہ دستیاب ہوا، جو ہسپانوی زبان میں تھا،

یہ نسخہ مشہور مستشرق جارج سیل کو ملا تھا، جس سے اُس نے اپنے ترجمۂ قرآن میں مختلف اقتباسات نقل کئے ہیں

جارج سیل نے اس ہسپانوی نسخہ پر جو نوٹ لکھا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ درحقیقت یہ مذکورہ بالا اطالوی نسخہ کا ہسپانوی ترجمہ ہے، جو کسی اُرغانی مسلمان مصطفیٰ عرمذی نے کیا ہے۔ مسطفیٰ عرمذی ہی نے اس کے شروع میں ایک دیباچہ بھی لکھا ہے، جس میں اطالوی نسخہ کی دریافت کا پورا حال تحریر ہے،

اس دیباچہ کا خلاصہ یہ ہے کہ تقریباً سولھویں صدی کے اختتام پر ایک لاطینی راہب فرامرینو کو آرینوس بشپ کے کچھ خطوط دستیاب ہوئے جن میں سے ایک میں پولس پر سخت تنقید کی گئی تھی، اور ساتھ ہی یہ لکھا تھا کہ انجیل برنا باس میں پولس کی حقیقت خوب واضح کی گئی ہے،

جب فرامرینو نے آرینوس کا یہ خط پڑھا تھا، اس وقت سے وہ مسلسل انجیل برنا باس کی جستجو کرتا رہا،

کچھ عرصہ کے بعد اُسے اس زمانے کے پوپ سکٹس پنجم کا تقرب حاصل ہو گیا، اور ایک روز وہ پوپ کے ساتھ اس کے کتب خانہ میں چلا گیا کتبخانہ میں پہنچ کر پوپ کو نیند آ گئی، اس عرصہ میں فرامرینو نے وقت گذاری کے لئے کتابیں دیکھنے شروع کیں، حُسنِ اتفاق سے اُس نے پہلی بار جس کتاب پر ہاتھ ڈالا وہ انجیل برنا باس کا اطالوی نسخہ تھا، فرامرینو اسے حاصل کر کے بہت

لے پولس عیسائیوں کا سب سے بڑا امام ہے جس کے چودہ [۱۴] خطوط بائبل میں شامل ہیں،

خوش ہوا اور اسے آستین میں چھپا کر لے آیا،

یہ پوری روایت مستشرق سیل نے مصطفےٰ عرندی کے حوالے سے ترجمۂ قرآن کے مقدمہ میں لکھی ہے، یہ ہسپانوی نسخہ جو سیل کے پاس تھا اب گم ہو چکا ہے، البتہ اتنا معلوم ہے کہ ۱۸۰۷ء میں یہ نسخہ ڈاکٹر ہیوٹ کے پاس آگیا تھا، اور اس نے اپنے لیکچروں میں بتلایا ہے کہ دو جگہ معمولی اختلاف کے علاوہ اطالوی اور ہسپانوی نسخوں میں کوئی قابلِ ذکر فرق نہیں ہے،

خلاصہ یہ کہ اب دنیا میں صرف قدیم اطالوی نسخہ موجود ہے، اسی سے ڈاکٹر منکہوس نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کر دیا، پھر مصر کے ایک مسیحی عالم ڈاکٹر خلیل سعادت نے اسے انگریزی سے عربی میں منتقل کر دیا، یہ عربی ترجمہ جناب سید رشید رضا مصری مرحوم نے ۱۹۱۸ء میں اپنے ایک مختصر مقدمہ کے ساتھ شائع کر دیا، ڈاکٹر خلیل سعادت ہی نے اس انجیل کی فصلوں پر آیتوں کے نمبر ڈالے ہیں، اصل نسخے میں یہ نمبر موجود نہ تھے، اور انھوں نے ہی اس کے شروع میں ایک طویل دیباچہ لکھا ہے، جس میں اولاً انجیلِ برناباس کی دریافت کا مذکورہ بالا واقعہ تحریر ہے، اور اس کے بعد ڈاکٹر خلیل سعادت نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ انجیل کسی ایسے یہودی شخص کی تصنیف ہے جو پہلے نصرانی اور پھر مسلمان ہو گیا تھا۔

یہ عربی ترجمہ ہندوستان پہنچا تو مولوی محمد حلیم صاحب انصاری ردولوی نے اس کا اردو ترجمہ کیا، جو ۱۹۱۶ء میں لاہور سے شائع ہوا[۵۱]،

[۵۱] جو حضرات یہ ترجمہ دیکھنا چاہیں وہ عربی ترجمہ اسٹیٹ بنک کراچی کی لائبریری میں اور اردو ترجمہ مجلس علمی میری ویدر ٹاور کراچی کے کتب خانہ میں دیکھ سکتے ہیں ۱۲

یہ تھا انجیل برناباس کا مختصر تعارف، اب ہم یہ تحقیق کریں گے کہ یہ انجیل واقعۃً برنباس کی تصنیف ہے یا ـــــــ عیسائی علماء کے بقول ـــــــ کسی مسلمان کی گھڑی ہوئی ہے؟ جہاں تک ہم نے تحقیق کی ہے ہم پر یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ اس انجیل کا درجہ اسناد بائبل کے کسی بھی صحیفے سے کم نہیں ہے، بلکہ اس سے کہیں زیادہ ہے،

برناباس کون تھے؟

انجیلِ برناباس کی حقیقت اور اس کی اصلیت کی تحقیق کرنے کے لئے ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ برناباس کون ہیں؟ حواریوں میں اُن کا مقام کیا تھا؟ اور اُن کے عقائد اور نظریات کیا تھے؟ ـــــــ ان کے تعارف کا پہلا جملہ ہمیں لوقا کی کتاب اعمال میں ملتا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"اور یوسف نامی ایک لاوی تھا، جس کا لقب رسولوں[1] نے برنباس یعنی نصیحت کا بیٹا رکھا تھا، اور جس کی پیدائش کپرس کی تھی۔ اس کا ایک کھیت تھا، جسے اس نے بیچا، اور قیمت لاکر رسولوں کے پاؤں میں رکھ دی" (اعمال ۴: ۳۶ و ۳۷)

اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ برنباس حواریوں میں بلند مقام کے حامل تھے، اور اسی وجہ سے حواریوں نے ان کا نام "نصیحت کا بیٹا" رکھ دیا تھا، دوسرے یہ بات معلوم ہوئی کہ انھوں نے خدا کی رضا جوئی کی خاطر اپنی ساری دنیوی پونجی

[1] عہد نامہ جدید میں "رسولوں" سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ہوا کرتے ہیں،

تبلیغی مقاصد کے لئے صرف کردی تھی،

اس کے علاوہ برنباؔس کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ انھوں نے ہی تمام حواریوں سے پولسؔ کا تعارف کرایا تھا، پولسؔ جس کا یہودی نام ساؤل ہے، ابتداء میں کٹر یہودی تھا، اور شروع میں اس نے حواریوں پر سخت ظلم وستم ڈھائے تھے، پھر اچانک دمشقؔ پہنچ کر اس نے یہ دعویٰ کیا کہ دمشق کے راستے میں مجھ پر ایک نور چمکا، اور اس میں سے مجھے "خداوند یسوع" کی یہ آواز آئی کہ تو مجھے کیوں ستاتا ہے؟ چنانچہ اب میں "یسوع مسیح" پر ایمان لا چکا ہوں، حواریوں میں سے کوئی یہ یقین کرنے کے لئے تیار نہ تھا کہ یہ ساؤل جو کل تک ہم لوگوں کو ستاتا اور تکلیف پہنچاتا رہا ہے، آج اخلاص کے ساتھ ہمارا دوست اور ہم مذہب ہو سکتا ہے، لیکن یہ برنباؔس ہی تھے جنھوں نے تمام حواریوں کے سامنے پولسؔ کی تصدیق کی، اور انھیں بتایا کہ یہ واقعی تمھارا ہم مذہب ہو چکا ہے، چنانچہ لوقاؔ، پولسؔ کے بارے میں لکھتے ہیں :

"اس نے یروشلم میں پہنچ کر شاگردوں میں مل جانے کی کوشش کی، اور سب اس سے ڈرتے تھے، کیونکہ ان کو یقین نہ آتا تھا کہ یہ شاگرد ہے، مگر برنباؔس نے اسے اپنے ساتھ رسولوں کے پاس لے جا کر ان سے بیان کیا کہ اس نے اس اس طرح راہ میں خداوند کو دیکھا، اور اس نے اس سے باتیں کیں، اور اس نے دمشق میں کیسی دلیری کے ساتھ یسوع کے نام سے منادی کی"

(اعمال ۹: ۲۶ و ۲۷)

اس کے بعد ہمیں کتاب اعمال ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پولس اور برنباس عرصۂ دراز تک ایک دوسرے کے ہم سفر رہے، اور انھوں نے ایک ساتھ تبلیغ عیسائیت کا فریضہ انجام دیا، (دیکھئے اعمال ۱۱: ۳۰ و ۱۲: ۲۵ وابواب ۱۳ و ۱۴ و ۱۵) یہاں تک کہ دوسرے حواریوں نے ان دونوں کے بارے میں یہ شہادت دی کہ:

"یہ دونوں ایسے آدمی ہیں جنھوں نے اپنی جانیں ہمارے خداوند یسوع مسیح کے نام پر نثار کر رکھی ہیں" (اعمال ۱۵: ۲۶)

پولس اور برنباس کا اختلاف

اعمال کے پندرھویں باب تک برنباس اور پولس ہر معاملے میں شیر و شکر نظر آتے ہیں، لیکن اس کے بعد اچانک ایک ایسا واقعہ پیش آتا ہے جو بطور خاص توجہ کا مستحق ہے، اتنے عرصہ تک ساتھ رہنے اور تبلیغ و دعوت میں اشتراک کے بعد اچانک دونوں میں اس قدر سخت اختلاف پیدا ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کا روادار نہیں رہتا، یہاں تک کہ دونوں ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں، یہ واقعہ کتاب آعمال میں کچھ اس طرح ناگہانی طور سے بیان کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا پہلے سے اس کی توقع نہیں کر سکتا، لوقا لکھتے ہیں:۔

"مگر پولس اور برنباس انطاکیہ ہی میں رہے، اور بہت سے لوگوں کے ساتھ خداوند کا کلام سکھاتے اور اس کی منادی کرتے رہے، چند روز بعد پولس نے برنباس سے کہا کہ جن جن شہروں میں ہم نے خدا کا کلام

سُنایا تھا، آؤ پھر اُن میں چل کر بھائیوں کو دیکھیں کہ کیسے ہیں، اور برنباس کی صلاح تھی کہ یوحنا کو جو مرقس کہلاتا ہے اپنے ساتھ لے چلیں، مگر پولس نے یہ مناسب نہ جانا کہ جو شخص پمفولیہ میں کنارہ کرکے اس کام کے لئے ان کے ساتھ نہ گیا تھا، اس کو ہمراہ لے چلیں، پس اُن میں ایسی سخت تکرار ہوئی کہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے، اور برنباس مرقس کو لیکر جہاز پر کُپرس کو روانہ ہوا، مگر پولس نے سیلاس کو پسند کیا، اور بھائیوں کی طرف سے خدا کے فضل کے سپرد ہوکر روانہ ہوا، اور کلیساؤں کو مضبوط کرتا ہوا سوریہ اور کلکیہ سے گذرا" (اعمال ۱۵ : ۳۵ تا ۴۱)

کتاب اعمال میں بظاہر اس شدید اختلاف کی وجہ صرف یہ بیان کی گئی ہے کہ برنباس، یوحنا، مرقس کو ہمسفر بنانا چاہتا تھا، اور پولس اس سے انکار کرتا تھا، لیکن ہماری رائے میں اس شدید اختلاف کا سبب صرف اتنی سی معمولی بات نہیں ہو سکتی تھی، بلکہ دونوں کی یہ دائمی جُدائی یقیناً کچھ بنیادی اختلافات کی بناء پر عمل میں آئی تھی، اس بات کے مندرجہ ذیل شواہد ہیں:

(۱) لوقا نے کتاب اعمال میں ان کے "اختلاف" اور "جدائی" کو بیان کرنے کے لئے جو یونانی الفاظ استعمال کئے ہیں وہ غیر معمولی طور پر سخت ہیں، مسٹر ای، ایم بلیک لاک (BLAiK LOCK) اپنی کتاب اعمال کی شرح میں لکھتے ہیں:

"اب لوقا ایمانداری کے ساتھ دونوں رفقاء (پولس اور برنباس)

کے درمیان واقع ہونے والے اختلاف کی المناک کہانی لکھتا ہے، جو لفظ اس نے استعمال کیا ہے یعنی PAROXUSMUS یہ بڑا سخت لفظ ہے، اور انگریزی مترجم K.J.V نے اس لفظ کے ترجمے میں لفظ SHARP (تیز، سخت) کا اضافہ بالکل درست کیا ہے

"پولس اور برنباس ایک دوسرے سے بالکل جدا ہو جاتے ہیں" یہاں پھر جُدائی کے لئے یونانی زبان کا ایک ایسا لفظ استعمال کیا گیا۔ ہے جو بڑا سخت ہے، اور عام طور سے استعمال نہیں کیا جاتا، یہ لفظ عہد نامۂ جدید میں اس جگہ کے علاوہ صرف مکاشفہ ۶: ۱۴ میں ملتا ہے، جہاں آسمانوں کے تباہ ہو کر جدا ہونے کا ذکر ہے" (شرح کتاب اعمال مرتبہ ٹاسکر ص ۱۸ و ۱۹)

کیا اتنا شدید اختلاف جس کے لئے لیسے غیر معمولی الفاظ استعمال کئے گئے ہوں صرف اس بناء پر پیدا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص یوحنا مرقس کو رفیقِ سفر بنانا چاہتا ہے اور دوسرا سیلاس کو؟

اس قسم کے اختلافات بلاشبہ بعض اوقات پیدا ہو جاتے ہیں، لیکن اُن کی بناء پر ہمیشہ کے لئے کسی دیرینہ رفاقت کو خیرباد نہیں کہا جاتا، خصوصاً جب کہ یہ رفاقت اس مقصد کے لئے ہو جس کے تقدس اور پاکیزگی کے دونوں معترف ہیں، وہ برنباس جو تبلیغِ دین کے لئے اپنی ساری ... حواریوں کے قدموں میں ڈھیر کر سکتا ہے کیا صرف اپنے ایک رشتہ دار کی وجہ

---

۵۱ "CAMMLN ORY ON ACTS" EDITED BY R.V.G TASKER PP. 118,119

سے تبلیغ و دعوت کے مقصد میں ایسی رخنہ اندازی کو گوارا کرلے گا؟

(۲) پھر لطف کی بات یہ ہے کہ بعد میں پولس یوحنا مرقس کی رفاقت کو گوارا کرلیتا ہے، چنانچہ تیمتھیس نام اپنے دوسرے خط میں وہ لکھتا ہے:

"مرقس کو ساتھ لیکر آجا، کیونکہ خدمت کے لئے وہ میرے کام کا ہے"

(۲۔ تیمتھیس ۴: ۱۱)

اس سے معلوم ہوا کہ مرقس سے پولس کا اختلاف اتنی اہمیت کا حامل نہ تھا، کہ اس پر برنباس جیسے شخص کی دوستی کو قربان کردیا جاتے، اسی لئے اس نے بعد میں مرقس کی رفاقت کو گوارا کرلیا، لیکن یہ پورے عہد نامۂ جدید یا تاریخ کی کسی اور کتاب میں کہیں نہیں ملتا، کہ بعد میں برنباس کے ساتھ بھی پولس کے تعلقات درست ہوگئے تھے، اگر جھگڑے کی اصل وجہ مرقس ہی تھا تو اس کے ساتھ پولس کی رضامندی کے بعد برنباس کے ساتھ اس کی دوستی کیوں ہموار نہ ہوئی؟

(۳) پھر جب ہم خود پولس کے خطوط میں برنباس سے اس کی ناراضی کے اسباب تلاش کرتے ہیں تو ہمیں یہ کہیں نہیں ملتا کہ اس کا سبب یوحنا مرقس تھا، اس کے برخلاف ہمیں ایک جملہ ایسا ملتا ہے، جس سے دونوں کے اختلاف کے اصل سبب پر کافی روشنی پڑتی ہے، گلتیوں کے نام اپنے خط میں پولس لکھتا ہے:

"لیکن جب کیفا (یعنی پطرس) انطاکیہ میں آیا، تو میں نے رو برو ہوکر اس کی مخالفت کی، کیونکہ وہ ملامت کے لائق تھا، اس لئے کہ یعقوب

کی طرف سے چند شخصوں کے آنے سے پہلے تو وہ غیر قوم والوں کے ساتھ کھایا کرتا تھا، مگر جب وہ آگئے تو مختونوں سے ڈر کر باز رہا، اور کنارہ کیا، اور باقی یہودیوں نے بھی اس کے ساتھ ہو کر ریاکاری کی، یہاں تک کہ برنباس بھی اُن کے ساتھ ریاکاری میں پڑ گیا۔"

(گلتیوں ۲: ۱۱ تا ۱۳)

اس عبارت میں پولس دراصل اُس اختلاف کا ذکر کر رہا ہے جو حضرت مسیح کے عروج آسمانی کے کچھ عرصہ کے بعد یروشلم اور انطاکیہ کے عیسائیوں میں رُونما ہوا تھا، یروشلم کے اکثر لوگ پہلے یہودی تھے، اور انھوں نے بعد میں عیسوی مذہب قبول کیا تھا، اور انطاکیہ کے اکثر لوگ پہلے بُت پرست یا آتش پرست تھے، اور حواریوں کی تعلیم و تبلیغ سے عیسائی ہوتے تھے، پہلی قسم کو بائبل میں "یہودی مسیحی" (JEWISH CHRISTIAN) اور دوسری قسم کو "غیر قوم کے لوگ" (GENTILE CHRISTIANS) کہا گیا ہے یہودی مسیحیوں کا کہنا یہ تھا کہ ختنہ کرانا اور موسوی شریعت کی تمام رسموں پر عمل کرنا ضروری ہے، اسی لئے انھیں "مختون" بھی کہا جاتا ہے، اور "غیر قوموں" کا کہنا یہ تھا کہ "ختنہ" ضروری نہیں، اس لئے انھیں "نامختون" کہا جاتا ہے،

اس کے علاوہ یہودی مسیحیوں میں چھوت چھات کی رسم جاری تھی، اور وہ غیر قوموں کے ساتھ کھانا پینا اور اُٹھنا بیٹھنا پسند نہ کرتے تھے، پولس اس معاملے میں سو فی صدی غیر قوموں کا حامی تھا، اور ختنہ اور موسوی شریعت

کی رسوم کی منسوخی اس کے انقلاب انگیز نظریات میں سے ایک نظریہ ہے، جسے ثابت کرنے کے لئے اس نے اپنے خطوط میں جابجا مختلف دلائل پیش کئے ہیں (ملاحظہ ہوں: رومیوں ۲: ۲۵ و ۳: ۳۰ و ا۔کرنتھیوں ۷: ۱۹ و گلتیوں ۵: ۶ و ۶: ۱۵ و فلپیوں ۳: ۳ و کلسیوں ۲: ۱۱ وغیرہ)

اوپر ہم نے گلتیوں کے نام خط کی جو عبارت پیش کی اس میں پولس نے جناب پطرس اور برنباس پر اسی لئے ملامت کی ہے کہ انھوں نے انطاکیہ میں رہتے ہوئے مختونوں کا ساتھ دیا، اور پولس کے ان نئے مریدوں سے علیحدگی اختیار کی جو ختنہ اور موسوی شریعت کے قائل نہ تھے، چنانچہ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے پادری جے پیٹرسن اسمتھ لکھتے ہیں:

"پطرس اس اجنبی شہر (انطاکیہ) میں زیادہ تر ان لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے جو یروشلیم سے آئے تھے، اور جو اس کے پرانے ملاقاتی تھے لہٰذا بہت جلد وہ ان کا ہم خیال ہونے لگتا ہے، دوسرے مسیحی یہودی پطرس سے متأثر ہوتے ہیں، یہاں تک کہ برنباس بھی غیر قوم مریدوں سے علیحدگی اختیار کرنے لگتا ہے، اس قسم کے سلوک کو دیکھ کر ان مریدوں کی دل شکنی ہوتی ہے، جہاں تک ممکن ہو پولس اس بات کو برداشت کرتا ہے، مگر بہت جلد وہ اس کا مقابلہ کرتا ہے، گو ایسا کرنے میں اُسے اپنے ساتھیوں کی مخالفت کرنی پڑتی ہے"

(حیات و خطوط پولس، ص ۸۸ و ۸۹،
مطبوعہ ۱۹۵۲ء پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور)

واضح رہے کہ یہ واقعہ برنباس اور پولس کی جدائی سے چند ہی دن پہلے کا ہے، اس لئے کہ انطاکیہ میں پطرس کی آمد یروشلم میں حواریوں کے اجتماع کے بعد ہوئی تھی، اور یروشلم کے اجتماع اور برنباس کی علیحدگی میں کچھ زیادہ فاصلہ نہیں ہے، لوقا نے دونوں واقعات کتاب اعمال کے باب ۱۵ ہی میں بیان کئے ہیں،

اس لئے یہ بات انتہائی قرینِ قیاس ہے کہ پولس اور برنباس کی وہ جُدائی جس کا ذکر لوقا نے غیر معمولی طور پر سخت الفاظ میں کیا ہے، یوحنا مرقس کی ہمسفری سے زیادہ اس بنیادی اور نظریاتی اختلاف کا نتیجہ تھی، پولس اپنے نئے مریدوں کے لئے ختنہ اور موسوی شریعت کے احکام کو ضروری نہیں سمجھتا تھا، اور اس نے چار چیزوں کے سوا ہر گوشت کو حلال کر دیا تھا، اور برنباس ان احکام کو پس پشت ڈالنے کے لئے تیار نہ تھا، جو بائبل میں انتہائی تاکید کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں،

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خطاب ہے:

"اور میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے، اور جسے تم مانوگے سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے، اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کرنا، اور یہ اس عہد کا نشان ہوگا جو میرے اور تمھارے درمیان ہے، تمھارے ہاں پشت در پشت ہر لڑکے کا ختنہ جب وہ آٹھ روز کا ہو کیا جائے" خواہ وہ گھر میں پیدا ہو، خواہ اسے کسی پردیسی سے خریدا ہو جو تیری

نسل سے نہیں، لازم ہے کہ تیرے خانہ زاد اور تیرے زر خرید کا ختنہ کیا جائے اور میرا عہد تمہارے جسم میں ابدی عہد ہوگا، اور فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے، کیونکہ اس نے میرا عہد توڑا"

(پیدائش، ۱۷: ۱ تا ۱۴)

اور موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

"اور آٹھویں دن لڑکے کا ختنہ کیا جائے" (احبار ۱۲: ۳)

اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی ختنہ کی گئی تھی، چنانچہ انجیل لوقا میں ہے:

"اور جب آٹھ دن پورے ہوئے اور اس کی ختنہ کا وقت آیا تو اس کا نام یسوع رکھا گیا" (لوقا ۲: ۲۱)

اس کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کا کوئی ارشاد ایسا منقول نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ ختنہ کا حکم منسوخ ہو گیا ہے،

لہٰذا یہ بات عین قرین قیاس ہے کہ وہ برنباس جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے براہ راست ملاقات کا شرف حاصل کیا تھا، پولس سے اس بناء پر برگشتہ ہوا ہو کہ وہ ایک عرصۂ دراز تک اپنے آپ کو سچا عیسائی ظاہر کرنے کے بعد مذہب عیسوی کے بنیادی عقائد و احکام میں تحریف کا مرتکب ہو رہا تھا، شروع میں برنباس نے پولس کا ساتھ اس لئے دیا تھا کہ وہ اُسے مخلص عیسائی سمجھتے تھے، لیکن جب اُس نے غیر اقوام کو اپنا مرید بنانے کے لئے مذہب کی بنیادوں کو منہدم کرنے اور ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالنے کا سلسلہ شروع کیا، تو وہ اس سے جدا ہو گئے، اور اسی بناء پر پولس گلتیوں کے نام خط

میں برنباس کو ملامت کرتے ہوئے یہ لکھتا ہے کہ :-

"مگر جب وہ آگئے تو مختونوں سے ڈر کر باز رہا، اور کنارہ کیا، اور باقی یہودیوں نے بھی اس کی طرح ریاکاری کی، یہاں تک کہ برنباس بھی اُن کے ساتھ ریاکاری میں پڑ گیا" (گلتیوں ۲: ۱۳)

اس بات کو پادری جے پیٹرس اسمتھ بھی محسوس کرتے ہیں، کہ پولس اور برنباس کی جدائی کا سبب صرف مرقس نہ تھا، بلکہ اس کے پسِ پشت پر نظریاتی اختلاف بھی کام کر رہا تھا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

"برنباس اور پطرس نے جو کہ بڑے عالی حوصلہ اور شخص تھے، ضرور اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا ہوگا، اور یوں وہ دِقت دُور ہو جاتی ہے، لیکن باوجود اس کے یہ احتمال ضرور گذرتا ہے کہ اُن کے درمیان کچھ نہ کچھ رنجش رہ جاتی ہو جو بعد میں ظاہر ہوتی ہے" (حیات و خطوط پولس ص ۸۹ و ۹۰)

مندرجہ بالا بحث کو ذہن میں رکھ کر اب انجیل برنباس پر آجائیے۔ ہمیں اس انجیل کے بالکل شروع میں جو عبارت ملتی ہے وہ یہ ہے :

ایہا الاعزاء ان اللہ العظیم	"اے عزیزو! اللہ نے جو عظیم اور
العجیب قد افتقدنا فی ھذہ	عجیب ہے اس آخری زمانے میں
الایام الاخیرۃ بنبیہ	ہمیں اپنے نبی یسوع مسیح کے ذریعہ
یسوع المسیح برحمۃ	ایک عظیم رحمت سے آزمایا، اس تعلیم
عظیمۃ للتعلیم والآیات	اور آیتوں کے ذریعہ جنھیں شیطان
التی اتخذھا الشیطٰن	نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کرنیکا

میں برنباس کو ملامت کرتے ہوئے یہ لکھتا ہے کہ :-

"مگر جب وہ آگئے تو مختونوں سے ڈر کر باز رہا، اور کنارہ کیا، اور باقی یہودیوں نے بھی اس کی طرح ریاکاری کی، یہاں تک کہ برنباس بھی اُن کے ساتھ ریاکاری میں پڑ گیا" (گلتیوں ۲: ۱۳)

اس بات کو پادری جے پیٹرس اسمتھ بھی محسوس کرتے ہیں، کہ پولس اور برنباس کی جُدائی کا سبب صرف مرقس نہ تھا، بلکہ اس کے پسِ پشت پر نظریاتی اختلاف بھی کام کر رہا تھا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

"برنباس اور پطرس نے جو کہ بڑے عالی حوصلہ اور شخص تھے، ضرور اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا ہوگا، اور یوں وہ دِقت دُور ہو جاتی ہے، لیکن باوجود اس کے یہ احتمال ضرور گذرتا ہے کہ اُن کے درمیان کچھ نہ کچھ رنجش رہ جاتی ہو جو بعد میں ظاہر ہوتی ہے" (حیات و خطوط پولس ص ۸۹ و ۹۰)

مندرجہ بالا بحث کو ذہن میں رکھ کر اب انجیل برنباس پر آجائیے۔ ہمیں اس انجیل کے بالکل شروع میں جو عبارت ملتی ہے وہ یہ ہے :

ایها الاعزاء ان الله العظیم العجیب قد انتقدنا فی هذه الایام الاخیرة بنبیه یسوع المسیح برحمة عظیمة للتعلیم والآیات التی اتخذها الشیطن۔	"اے عزیزو! اللہ نے جو عظیم اور عجیب ہے اس آخری زمانے میں ہمیں اپنے نبی یسوع مسیح کے ذریعہ ایک عظیم رحمت سے آزمایا، اس تعلیم اور آیتوں کے ذریعہ جنھیں شیطان نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کرنیکا

ذريعة لتضليل كثيرين
بدعوى التقوى مبشرين
بتعليم شديد الكفر داعين المسيح
ابن الله ورافضين الختان الذي
امر به الله دائماً مجوزين
كل لحم نجس
الذين ضل في عدادهم ايضاً
بولس الذي لا اتكلم منه
الا مع الاسى وهو السبب
الذي لاجله اسطر ذلك
الحق الذي رأيته وسمعته
اثناء معاشرتي ليسوع لكي
تخلصوا ولا يضلكم الشيطان
فتهلكوا في دينونة الله و
عليه فاحذروا كل احد
يبشركم بتعليم جديد مضاد
لما اكتبه لتخلصوا خلاصاً
ابدياً (برنباس ۱: ۲ تا ۹)

ذریعہ بنایا ہے، جو تقویٰ کا دعوے
کرتے ہیں اور سخت کفر کی تبلیغ کرتے
ہیں، مسیح کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، ختنہ
کا انکار کرتے ہیں جس کا اللہ نے
ہمیشہ کیلئے حکم دیا ہے، اور ہر نجس
گوشت کو جائز کہتے ہیں، انہی کے
زمرے میں پولس بھی گمراہ ہو گیا جس
کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا، مگر
افسوس کے ساتھ، اور وہی سبب ہے
جس کی وجہ سے میں وہ حق بات لکھ
رہا ہوں جو میں نے یسوع کے ساتھ
رہنے کے دوران سنی، اور دیکھی ہے،
تاکہ تم نجات پاؤ، اور تمہیں شیطان
گمراہ نہ کر سکے، اور تم اللہ کے حق میں
گمراہ ہو جاؤ، اور اس بناء پر ہر اس
شخص سے بچو جو تمہیں کسی نئی تعلیم کی
تبلیغ کرتا ہے، جو میرے لکھنے کے
خلاف ہو، تاکہ تم ابدی نجات پاؤ۔"

کیا یہ عین قرین قیاس نہیں ہے کہ پولس سے نظریاتی اختلاف کی بناء پر جدا

ہونے کے بعد برنباس نے جو عرصۂ دراز تک حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ رہے تھے، حضرت مسیح کی ایک سوانح لکھی ہو، اور اس میں پولس کے نظریات پر تنقید کر کے صحیح عقائد و نظریات بیان کئے ہوں

یہاں تک ہماری گذارشات کا خلاصہ یہ ہے کہ خود بائبل میں برنباس کا جو کردار پیش کیا گیا ہے، اور اس میں پولس کے ساتھ اُن کے جن اختلافات کا ذکر ہے ان کے پیشِ نظر یہ بات چنداں بعید نہیں ہے، کہ برنباس نے ایک ایسی انجیل لکھی ہو جس میں پولس کے عقائد و نظریات پر تنقید کی گئی ہو، اور وہ مروّجہ عیسائی عقائد کے خلاف ہو،

انجیلِ برناباس پر سب سے بڑا اشبہ

اگر یہ بات آپ کے ذہن نشین ہو گئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہی کہ موجودہ انجیل برنباس کو برنباس کی تصنیف سمجھنے کے راستے سے ایک بہت بڑی رکاوٹ دُور ہو گئی، اس لئے کہ عام لوگوں اور بالخصوص عیسائی حضرات کے دل میں اس کتاب کی طرف سے ایک بہت بڑا ــــ بلکہ شاید سب سے بڑا ــــ شبہ اسی وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ انھیں اس میں بہت سی باتیں ان نظریات کے خلاف نظر آتی ہیں، جو پولس کے واسطے سے ہم تک پہنچے ہیں، وہ جب یہ دیکھتے ہیں کہ اسی کتاب کی بہت سی باتیں اناجیل اربعہ اور مروّجہ عیسائی نظریات کے خلاف ہیں تو وہ کسی طرح یہ باور کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے کہ یہ واقعی برنباس کی تصنیف ہے، انسائیکلوپیڈیا امریکانا کا مقالہ نگار اس انجیل پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے :

"ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جس سے یہ معلوم کرسکیں کہ انجیل برنباس کے اصلی مضامین کیا تھے؟ تاہم اس نام سے اطالوی زبان میں ایک طویل صحیفہ آجکل پایا جاتا ہے جو اسلامی نقطۂ نظر سے لکھا گیا ہے اور جس میں توہم پرستی کا ایک مضبوط عنصر موجود ہے، ۱۹۰۷ء میں لارنس ڈیل اور لاآ نے اسے ایڈٹ کیا تھا، اور ان کا خیال یہ تھا کہ یہ کسی ایسے شخص کی تصنیف ہے جس نے عیسائی مذہب چھوڑ دیا تھا، اور غالباً یہ تیرہویں اور سولھویں صدی کے درمیان لکھی گئی۔"

(انسائیکلوپیڈیا امریکانا، ص ۲۶۲ ج ۳ مقالہ برنا باس)

آپ نے دیکھا کہ فاضل مقالہ نگار نے اس کتاب کے ناقابلِ اعتبار ہونے پر کوئی ٹھوس دلیل پیش کرنے کے بجائے چھوٹتے ہی اس پر یہ تبصرہ کیا ہے کہ "جو اسلامی نقطۂ نظر سے لکھا گیا ہے" اور اس بات کو کتاب کے جعلی ہونے پر کافی دلیل سمجھ کر آگے یہ بحث شروع کر دی ہے کہ اس کا لکھنے والا کون تھا! اور یہ کب لکھی گئی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ پولس کے نظریات و عقائد اور اس کے بیان کردہ واقعات ذہنوں میں کچھ اس طرح جم چکے ہیں کہ جس کتاب میں ان کے خلاف کوئی بات کہی گئی ہو اسے کسی حواری کی طرف منسوب کرنے پر دل آمادہ نہیں ہوتے ــــــ لیکن اوپر جو گذارشات ہم نے پیش کی ہیں اُن کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اگر برنباس کی کسی تصنیف میں پولس کے عقائد نظریات کے خلاف کوئی عقیدہ یا واقعہ بیان کیا گیا ہو تو وہ کسی طرح تعجب خیز نہیں ہوسکتا، اور محض اس بناء پر اس تصنیف کو جعلی قرار نہیں

دیا جا سکتا، کہ وہ پولس کے نظریات کے خلاف ہی، اس لئے کہ مذکورہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ پولس اور برنباس میں کچھ نظریاتی اختلاف تھا، جس کی بناء پر وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہوگئے تھے،

اس بنیادی نقطہ کو قدرے تفصیل اور وضاحت سے ہم نے اس لئے بیان کیا ہے تاکہ انجیل برنباس کی اصلیت کی تحقیق کرتے ہوئے وہ غلط تصور ذہن سے دُور ہوجائے جو عام طور سے شعوری یا غیر شعوری طور پر آہی جاتا ہے،

انجیلِ برنباسُ قدیم لٹریچر میں

اس کے بعد آیئے دیکھیں کہ کیا واقعی برنباس نے کوئی انجیل لکھی تھی؟ جہاں تک ہم نے اس موضوع پر مطالعہ کیا ہے، اس بات میں دو رائیں نہیں ہیں کہ برنباس نے ایک انجیل لکھی تھی، عیسائیوں کے قدیم مآخذ میں برنباس کی انجیل کا تذکرہ ملتا ہے، اظہار الحق، (ص ۲۲۴ ج ۱) میں اکیسہومو کے حوالے سے جن گمشدہ کتابوں کی فہرست نقل کی گئی ہی اس میں انجیل برناباس کا نام بھی موجود ہے، امریکانا (ص ۲۶۲ ج ۳) کے مقالہ برنباس میں بھی اس کا اعتراف کیا گیا ہے،

چونکہ انجیل برنباس دوسری انجیلوں کی طرح رواج نہیں پاسکی، اس لئے کسی غیر جانبدار کتاب سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس کے مضامین کیا تھے، لیکن کلیسا کی تاریخ میں ایک ایسا واقعہ ملتا ہے جس سے اس کے مندرجات پر ہلکی سی روشنی پڑتی ہے، اور جس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ برنباس کی انجیل میں عیسائیوں کے عام عقائد و نظریات کے کچھ خلاف باتیں موجود تھیں،

وہ واقعہ یہ ہے کہ پانچویں صدی عیسوی میں (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے بہت پہلے) ایک پوپ جیلاشیس اول کے نام سے گزرا ہے اس نے اپنے دَور میں ایک فرمان جاری کیا تھا، جو "فرمانِ جیلاشیس"....... (JELASIS ECREE) کے نام سے مشہور ہے، اس فرمان میں اس نے چند کتابوں کے پڑھنے کو ممنوع قرار دیا تھا، ان کتابوں میں سے ایک "انجیلِ برنباس" بھی ہے (دیکھئے انسائیکلوپیڈیا امریکانا، ص ۲ ج ۳، مقالہ برنباس اور چیمبرس انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۹۷ ج ۶، مقالہ جیلاشیس اور مقدمہ انجیل برنباس از ڈاکٹر خلیل سعادت مسیحی)

اگرچہ بعض مسیحی علماء نے جیلاشیس کے اس فرمان کو بھی جعلی اور غیر مستند قرار دیا ہے (مثلاً انسائیکلوپیڈیا مقالہ جیلاشیس) لیکن اس کی کوئی دلیل ہمیں معلوم نہ ہوسکی، اور امریکانا کے مقالہ نگاروں نے اسے تسلیم کیا ہے، والمثبت مقدم علی النافی،

بہرکیف: اگر یہ فرمان درست ہے تو سوال یہ ہے کہ جیلاشیس نے اس انجیل برنباس کے مطالعہ کو کیوں ممنوع قرار دیا؟ خاص طور سے یہ بات ذہن میں رکھئے کہ پوپ جیلاشیس بدعتی فرقوں کا مقابلہ کرنے میں بہت مشہور ہے، یقیناً اس نے اس کا مطالعہ اس لئے ممنوع کیا ہوگا کہ اس میں عیسائی نظریات کے خلاف کچھ باتیں موجود تھیں، اور اُن سے کسی "فرقے" کی تائید ہوتی ہے،

اس واقعہ سے اتنا اشارہ اور مل جاتا ہے کہ انجیل برنباس عام عیسائی نظریات کے خلاف تھی، اب تک جتنی باتیں ہم نے عرض کی ہیں وہ خارجی

قرائن ہیں جن سے موجودہ انجیل برناباس کی اصلیت پر کچھ روشنی پڑ سکتی ہے، اس کے بعد کتاب کے اندرونی قرائن سے بحث کرتے ہوئے وہ داخلی شہادتیں بیان کریں گے جن سے اس کتاب کے اصلی یا جعلی ہونے کا پتہ چل سکتا ہے، پہلے وہ قرائن ذکر کئے جاتے ہیں جن سے کتاب کا اصلی ہونا معلوم ہوتا ہے،

کتاب کی اصلیت کے قرائن

اگر یہ کتاب اصلی نہیں ہے تو یقیناً کسی مسلمان کی لکھی ہوئی ہوگی، ——

چنانچہ اکثر نصرانی علماء کا دعویٰ یہی ہے —— اور لامحالہ اس کے لکھنے والے کا مقصد یہ ہوگا کہ اس کتاب کو برنباس کی تصنیف سمجھ کر لوگ عیسائیت سے برگشتہ ہوجائیں، لیکن اس کتاب میں کئی باتیں ایسی پائی جاتی ہیں جو اُسے کسی مسلمان کی تصنیف قرار دینے سے انکار کرتی ہیں،

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ کتاب میں ایک درجن سے زائد مقامات پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ذکر کیا گیا ہے، اور بعض مقامات پر تو لمبی لمبی فصلیں آپؐ ہی کے ذکر جمیل سے بھری ہوئی ہیں،

(مثلاً دیکھئے ۶:۴۶، ۱۴:۳۹، ۹:۴۳، ۱۹:۱۴، ۱۱:۵۲، ۹:۵۴، فصل ۷۲، ۸:۹۶، ۱۷:۵۷، ۸:۱۶۳، ۱۵:۱۳۶، ۷:۱۷۶، ۱۷:۲۰۰)

اب آپ غور فرمائیے کہ جو شخص اتنا ذہین اور وسیع المطالعہ ہو کہ انجیل برنباس جیسی کتاب تصنیف کرکے اسے حواریوں کی طرف منسوب کرنے کی جرأت کرسکتا ہو، کیا وہ اتنی موٹی سی بات نہیں سمجھ سکتا کہ اس کثرت کے ساتھ بار بار آپؐ کا اسم گرامی ذکر کرنے سے لوگ شبہ میں پڑجائیں گے

جو شخص معمولی سُوجھ بوجھ رکھتا ہو وہ کبھی ایسی غلطی نہیں کرسکتا، یہ جعل ساز کی فطرت ہے کہ وہ شبہ میں ڈالنے والی کھُلی باتوں سے پرہیز کی کوشش کرتا ہے، ایسے مواقع پر اس کے لئے آسان راستہ یہ تھا کہ وہ صرف ایک دو جگہوں پر آپؐ کا ذکر مبارک کرتا، اور بس! بلکہ اس سے بھی بہتر طریقہ یہ تھا کہ انجیل یوحنا میں فارقلیط کے نام سے جو پیشین گوئی مذکور ہے اُسے جُوں کی توں نقل کرکے فارقلیط کے بجائے آپؐ کا اسم گرامی لکھ دیتا، انجیل برنباس کو پڑھیے تو اندازہ ہوگا کہ اس کا لکھنے والا نہ صرف یہ کہ بائبل کا وسیع علم رکھتا ہے، بلکہ انتہائی ذہین اور زیرک ہے، کیا یہ ممکن ہے کہ اپنے مذہب کو حق ثابت کرنے کے جوش میں اس نے اس قدر سامنے کی بات کو نظر انداز کردیا ہو؟

(۲) اگر اس انجیل کا مصنف مسلمان ہے تو جگہ جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ذکر کرنے سے اس کا مقصد یقیناً یہ ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت کو درست ثابت کرے جس میں کہا گیا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے صراحۃً آپؐ کا نام لے کر آپؐ کی تشریف آوری کی بشارت دی ہے، ایسی صورت میں اُسے چاہیے تھا کہ وہ اس کتاب میں ہر جگہ یا کم از کم ایک جگہ آپؐ کا نام احمد ذکر کرتا، اس لئے کہ قرآن کریم کی جس آیت کی وہ تصدیق کرنا چاہتا ہے اس میں یہی نام ذکر کیا گیا ہے، ارشاد ہے:-

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ ،	"اور (میں) اس رسول کی خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں) جو

میرے بعد آئے گا، اور اس کا نام "احمد" ہوگا"

اس کے برخلاف ہم دیکھتے ہیں کہ اس کتاب میں ہر جگہ آپ کا اسم گرامی "محمد" ذکر کیا گیا ہے، اور کسی ایک جگہ بھی "احمد" کا لفظ موجود نہیں ہے،

(۳) اس کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی یہ کہلوایا گیا ہے کہ عہد قدیم کی کتابوں میں جس "مسیح" یا "مَسِیا" کی بشارت دی گئی ہے اس سے مراد میں نہیں ہوں، بلکہ "محمد رسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، (فصل ۹۷ آیت ۱۴)

اگر اس کتاب کا لکھنے والا کوئی مسلمان ہو تو اُسے یہ بات لکھنے کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ یہ مسلمانوں کا عقیدہ نہیں ہے، اور اس کے لکھنے سے بھی خواہ مخواہ شبہات پیدا ہو سکتے ہیں،

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ لکھنے والے نے کسی دھوکہ میں ڈالنے کے لئے یہ سب کچھ نہیں لکھا تھا، بلکہ یہ کتاب دراصل ایک (EMIGINATORY) کتاب ہے جس میں لکھنے والے نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسلمانوں کے نقطۂ نظر کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کی سوانح حیات میں ہونی چاہئے یہ بات کسی حد تک قرینِ قیاس ہو سکتی تھی، لیکن انجیل برنباس کو پڑھنے کے بعد اس خیال کی بھی تردید ہو جاتی ہے، اوّل تو ایسی صورت میں مصنف کو اپنا نام ظاہر کرنا چاہئے تھا، اس کے بجائے اُس نے اسے برنباس کی طرف منسوب کیا؟ پھر اس کتاب میں بہت سی باتیں اسلامی تصورات کے بالکل خلاف ملتی ہیں، ان کی کوئی تاویل سمجھ میں نہیں آتی، مثلاً:-

(۱) فصل نمبر ۲۰۹ آیت ۴، فصل نمبر ۲۱۵ آیت ۳، اور فصل نمبر ۲۱۹ آیت نمبر ۷ میں کچھ فرشتوں کے نام ذکر کئے گئے ہیں، جن میں جبرئیلؑ کے علاوہ

میخائیل، رفائیل اور راوریل بھی مذکور ہیں، موخرالذکر تینوں ناموں سے اسلامی ادب بالکل نا آشنا ہے،

(۲) فصل نمبر ۲۱۹ اور ۲۲۰ میں ذکر کیا گیا ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا گیا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے ایک مرتبہ پھر دنیا میں جانے کی اجازت دی جائے تاکہ میں اپنے والدہ اور شاگردوں سے مل آؤں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ انھیں دوبارہ دنیا میں بھیجا، اور وہ اپنی والدہ اور شاگردوں سے کچھ دیر گفتگو کر کے پھر واپس تشریف لے گئے،

یہ واقعہ بھی اسلامی تصور کے خلاف ہے، آج تک کوئی مسلمان ہماری نگاہ سے ایسا نہیں گذرا جو حضرت مسیح کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے واپسی کا قائل ہو،

(۳) فصل نمبر ۳۱ آیت ۵ میں حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ ارشاد منقول ہے کہ:

اعطوا ذا القیصر لقیصر وما للہ للہ،	"تب تو قیصر کا حق قیصر کو دیدو اور اللہ کا حق اللہ کو"

دین وسیاست کا تفریق کا یہ نظریہ خالصتہً غیر اسلامی ہے، اور علمائے اسلام شروع سے اس کی تردید کرتے آئے ہیں،

(۴) فصل نمبر ۱۰۵ آیت ۳ میں آسمانوں کی تعداد نو بتلائی گئی ہے، اگرچہ بعض فلاسفر اس کے قائل رہے ہیں، مگر مسلمانوں میں مشہور قول سات ہی کا ہے، قرآن کریم میں بھی آسمانوں کی تعداد ہر جگہ سات ہی مذکور ہے،

اس طرح کے بعض اور تصورات اس کتاب میں ایسے ملتے ہیں جو عام اسلامی نظریات کے قطعی خلاف ہیں، یا کم از کم مسلمانوں کے یہاں معروف نہیں رہے، ان حالات میں یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ یہ کتاب کسی مسلمان کی تخیلی تصنیف ہے،

انجیل برناباس کی اصلیت پر عام شبہات

یہ تھے وہ قرائن جن کی موجودگی میں اس کتاب کو کسی مسلمان کی تصنیف قرار دینا بہت بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے، اب ہم وہ قرائن پیش کرتے ہیں جن سے اس کتاب کا جعلی ہونا معلوم ہوتا ہے، اور جن سے اکثر عیسائی حضرات اور اہلِ مغرب نے استدلال کیا ہے،

(۱) جیسا کہ ہم نے عرض کیا، عیسائی حضرات کو اس انجیل کے اصلی ہونے پر سب سے پہلا شبہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں بیان کردہ عقائد و نظریات اناجیلِ اربعہ کے بالکل خلاف ہیں، لیکن بحث کی ابتداء میں ہم تفصیل کے ساتھ یہ ثابت کر چکے ہیں کہ برنباس کی انجیل میں اگر عام عیسائی تصورات کے خلاف کچھ باتیں ہوں، تو وہ کسی طرح محلِ تعجب نہیں ہیں، اور تنہا یہ بات اس کتاب کے جعلی ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی،

(۲) دوسرا شبہ یہ ہے کہ اس کتاب میں بہت سے مقامات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی مذکور ہے حالانکہ عام طور سے انبیاء علیہم السلام آئندہ کسی نبی کی پیشینگوئی فرماتے ہیں تو صاف صاف نام ذکر کرنے کے بجائے اس کا حلیہ اور اس کے اوصاف بیان کرتے ہیں، اور وہ بھی عموماً تمثیلات اور اشاروں کنایوں میں بائبل میں کسی جگہ کسی آنیوالے شخص کا نام ذکر نہیں کیا گیا،

لیکن اس میں اول تو یہ کہنا ہی غلط ہے کہ بائبل میں کسی آنے والے کا نام مذکور نہیں ہے، اس لئے کہ کتاب یسعیاہ میں حضرت شعیا علیہ السلام کی زبانی یہ پیشینگوئی بیان کی گئی ہے کہ:

"دیکھو! ایک کنواری حاملہ ہوگی، اور بیٹا پیدا ہوگا اور اس کا نام عمانوایل رکھے گی" (یسعیاہ ۷: ۱۴)

عیسائی حضرات کا کہنا ہے کہ اس عبارت میں حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشینگوئی کی گئی ہے، اسی وجہ سے انجیلوں میں اس عبارت کو پیش کرکے حضرت مسیح علیہ السلام کی حقانیت پر استدلال کیا گیا ہے (دیکھئے متی ۱: ۲۳، اور لوقا ۱: ۳۱ و ۳۴) ——— اگرچہ اس معاملہ میں بائبل کے شارحین سخت حیران ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا کوئی نام عمانوایل تھا یا نہیں؟ لیکن اس سے کم از کم اتنی بات بہر صورت ثابت ہو جاتی ہے کہ بعض مرتبہ کسی عظیم الشان شخصیت کی آمد کی پیشینگوئی اس کا نام بتا کر بھی کر دی جاتی تھی، اس کے علاوہ زبور میں ہے:

"قومیں کس لئے طیش میں ہیں؟ اور لوگ کیوں باطل خیال باندھتے ہیں؟
خداوند اور اس کے مسیح کے خلاف" (زبور ۲: ۱ و ۲)

عیسائی حضرات کے نزدیک اس عبارت میں مسیح سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں (دیکھئے آکسفورڈ بائبل کنکارڈنس، ص ۲۳۶ مطبوعہ لندن) اس پیشینگوئی میں بھی صریح لقب موجود ہے، بلکہ کتاب دانی ایل میں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لقب کے ساتھ آپ کی مدت بھی بیان کر دی گئی ہے:

"اور باسٹھ ہفتوں کے بعد وہ ممسوح قتل کیا جائے گا، اور اس کا کچھ

نہ رہے گا ۔ (دانی ایل ۹ : ۲۵)

اس کے علاوہ یسعیاہ ۸ : ۱ ، اور یرمیاہ ۲۳ : ۵ میں آنے والی شخصیتوں کے نام ذکر کئے گئے ہیں، ان تمام حوالوں سے بہر حال یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ جاتی ہے کہ اگر آنے والی شخصیت عظیم الشان ہو تو بعض اوقات پیشین گوئی میں اس کا نام بھی ذکر کر دیا جاتا ہے، مذکورہ مثالیں تو بائبل کی تھیں، اسلامی ذخیرۂ احادیث میں آخر زمانے کے حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہمیں ملتا ہے،

اب آپ غور فرمائیے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ذکر کر دیا ہو تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے؟ خاص طور سے اس لئے کہ آپ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے مقابلے میں ممتاز ترین مقام کے حامل تھے، آپ پر نبوت و رسالت کے مقدس سلسلے کو ختم ہونا تھا، اور آپ کی نبوت کو کسی خاص خطے یا قوم کے ساتھ مخصوص کرنے کے بجائے دنیا کے ہر ہر گوشے کے لئے عام کیا جانے والا تھا، کیا ایسے نبی کی پیشینگوئی میں حلیہ اور اوصاف کے علاوہ نام ذکر کرنا قرین قیاس نہیں ہے،

(۳) انجیل برنباس کے اصلی ہونے پر تیسرا شبہ عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ اس انجیل کا اسلوبِ بیان باقی انجیلوں سے کافی مختلف ہے

لیکن ہماری رائے میں اول تو اسلوبِ بیان کے اختلاف کا فیصلہ اتنی جلدی سے نہیں کیا جا سکتا، اب تک انجیل برنباس کا کوئی عبرانی یا یونانی نسخہ دریافت

ہی نہیں ہوا، جس سے اناجیلِ اربعہ کا مقابلہ کیا جاتا ہے، اور ترجموں کے ذریعے اسلوبِ تحریر کا موازنہ بہت غیر محتاط ہوگا، اسلوبِ تحریر کا جس قدر اختلاف ترجموں سے معلوم ہوتا ہے، وہ بہت نمایاں نہیں ہے، جس کی بناء پر کوئی فیصلہ کیا جا سکے،

دوسرے اگر واقعی انجیل برنباس اور دوسری انجیلوں میں اسلوب کا فرق ہے، تو اس سے اس کے جعلی ہونے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ لکھنے والے کا اسلوبِ تحریر جدا ہوتا ہے، کیا یہ حقیقت سامنے نہیں ہے کہ انجیل یوحنا اپنے اسلوبِ بیان کے اعتبار سے پہلی تینوں انجیلوں سے بے حد مختلف ہے، اور اس بات کو تمام عیسائی علماء بھی تسلیم کرتے ہیں، پادری، جی، ٹی منیلی بائبل پر اپنی مشہور کتاب میں لکھتے ہیں:

"تاہم یہ انجیل (یعنی انجیل یوحنا) موردِ اعتراض رہی ہے، کیونکہ یہ اناجیلِ اربعہ سے مختلف ہی، بیشک اختلافات تو ہیں، لیکن اگر ہم چوتھی انجیل کو اس کی اپنی خوبیوں کی روشنی میں دیکھیں تو اس امر سے انکار نہیں ہو سکتا کہ یا تو مصنف خود چشم دید گواہ تھا، یا کسی چشم دید گواہ کے بیانات اور مشاہدات کو اس نے قلمبند کیا تھا"

(ہماری کتاب مقدسہ، ص ۳۴۸، مطبوعہ لاہور)

نیز عہد نامہ جدید کے مفسر مسٹر آر، اے ناکس نے اپنی تفسیر کے شروع میں کسی قدر تفصیل سے انجیل یوحنا کے اسلوبِ بیان کا جائزہ لیا ہے

(ملاحظہ ہو: اے نیو ٹسٹامنٹ کمنٹری، ص ۱۳ جلد اول مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۵۳ء)
لہٰذا اگر انجیل یوحنا باقی تین انجیلوں سے اسلوب کے فرق کے باوجود معتبر انجیل کہلائی جاسکتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ انجیل برنباس کے اسلوب تحریر کی وجہ سے اُسی رد کر دیا جائے،

(۴) انجیل برنباس کے اصلی ہونے پر جو تھا شبہ بعض حضرات کو یہ ہوا کہ تجلّی کے واقعہ میں حضرت مسیح علیہ السلام جب پہاڑ پر چڑھے تھے، اس کتاب کی فصل نمبر ۴۲ آیت ۱۹ میں اس کا نام "جبل طابور" لکھا ہے، حالانکہ یہ تحقیق اناجیل اربعہ کے بہت بعد ہوئی ہے کہ اس پہاڑ کا نام "طابور" تھا،
لیکن ظاہر ہے کہ یہ بات انجیل برنباس کی اصلیت کو نقصان نہیں، فائدہ پہونچاتی ہے اس لئے کہ یہ عین ممکن ہے کہ اناجیل اربعہ کے مصنفین نے ناواقفیت کی بناء پر، یا غیر ضروری سمجھ کر پہاڑ کا نام ذکر نہ کیا ہو، برنباس نے اسے ذکر کر دیا، اس قسم کے اختلافات خود اناجیل اربعہ میں کثرت سے پائے جاتے ہیں،

(۵) انجیل برنباس کی اصلیت پر ایک خاصا وزنی اعتراض وہ ہے جو ڈاکٹر خلیل سعادت نے اس کے عربی ترجمے کے مقدمے میں بیان کیا ہے، اور وہ یہ کہ اس کتاب کی فصل نمبر ۸۲ آیت نمبر ۱۸ میں ایک جملہ یہ موجود ہے کہ:

حتی ان سنۃ الیوبیل التی الآن کل مئۃ سنۃ سیجعلھا مسیا کل سنۃ فی کل مکان،	یہاں تک کہ یوبلی کا سال جو اس وقت ہر سو سال میں آتا ہے مسیا اس کو ہر جگہ سالانہ کردے گا۔

اس میں جس جوبلی کا ذکر ہے اس سے مراد ایک یہودی تہوار ہے، اس کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ "اس وقت کہ سو سال میں آتا ہے"۔۔۔۔ حالانکہ یہ تہوار حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت بعد تک ہر پچاس سال کی ابتداء میں منایا جاتا رہا ہے، کتاب احبار ۲۵: ۱۱ میں اس کے لئے پچاس سال ہی کی مدت بیان کی گئی ہے، اور اس کے بعد کلیسا کی تاریخ میں صرف سن ۱۳۰۰ء ایک ایسا سن ہے جس میں پوپ بونیفاشیس ہشتم نے اس جوبلی کی مدت میں اضافہ کر کے ہر صدی کی ابتداء میں منانے کا حکم دیا تھا، لیکن بعد میں اس حکم پر عمل نہ ہو سکا، اس لئے کہ سن ۱۳۰۰ء میں جو پہلی جوبلی منائی گئی، اس میں کلیسا مال و دولت سے نہال ہو گیا، اس لئے پوپ کلیمنس ششم نے سن ۱۳۵۰ء میں یہ فرمان جاری کر دیا، کہ یہ تہوار ہر پچاس سال میں ایک مرتبہ منایا جائے، پھر پوپ اربانوس ششم نے اس مدت میں کمی کی؛ اور سن ۱۳۸۹ء میں یہ حکم جاری کیا کہ یہ تہوار ہر تینتیس سال میں ایک بار منایا جائے پھر پوپ پولس دوم نے اور کمی کر کے اسے ہر پچیسویں سال منانے کا حکم دیا۔۔۔۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ پوری تاریخ میں صرف سن ۱۳۰۰ء سے سن ۱۳۵۰ء تک ایک ایسی مدت گزری ہے جس میں اس جوبلی کو ہر سو سال میں ایک بار منانے کا حکم دیا گیا تھا، اس لئے انجیل برنباس کا لکھنے والا اسی مدت کا ہونا چاہئے،

لیکن پھر خود ڈاکٹر خلیل سعادت ہی نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے اور وہ یہ کہ انجیل برنباس کو پڑھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس کا

لکھنے والا عہد نامۂ قدیم کے تمام صحیفوں سے خوب واقف ہے، اور اس کا وسیع علم رکھتا ہے، ایسی صورت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ اس سے ایسی فاش غلطی ہوگئی ہو، جس کا معمولی طالب علموں سے سرزد ہونا بھی مشکل ہے، لہذا بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اصل نسخے میں یہاں سَتّو کے بجائے "پچاس" کا لفظ ہوگا، لیکن کسی لکھنے والے نے غلطی سے اس لفظ کے کچھ حروف گھٹا کر اسے "سَتّو" بنا دیا، اس لئے کہ اطالوی زبان میں سَتّو اور پچانش کے لفظوں میں کچھ اتنی مشابہت ہے کہ اس قسم کی غلطی کا واقع ہونا عین ممکن ہے،

اس کے علاوہ ہمارے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ چودھویں صدی عیسوی کے کسی پڑھنے والے نے یہ جملہ حاشیہ کے طور پر بڑھا دیا ہو جو غلطی سے متن میں شامل ہوگیا، بائبل میں اس طرح کے بے شمار الحاقات ہوئے ہیں، جن کا اعتراف مسلمان اور عیسائیوں دونوں کو ہے، مثلاً کتاب پیدائش ۱۳: ۸ و ۳۵: ۲۷ و ۳۷: ۱۴ میں ایک بستی کا نام جبرون ذکر کیا گیا ہے، حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں اس بستی کا نام جبرون کے بجائے قریت اربع تھا، اور جب بنی اسرائیل نے حضرت یوشع علیہ السلام کے زمانے میں فلسطین کو فتح کیا تب اس کا نام جبرون رکھا تھا، کتاب یوشع میں تصریح ہے کہ:

"اور اگلے وقت میں جبرون کا نام قریت اربع تھا" (یشوع ۱۴: ۱۵)

یہ تو ایک مثال ہے، حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی نے بائبل سے ایسی بہت سی مثالیں پیش کی ہیں، (ملاحظہ ہو اظہار الحق باب دوم مقصد دوم جلد ۱)

ان تمام مثالوں میں عیسائی علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ الفاظ بعد میں کسی نے حاشیے کے طور پر بڑھائے تھے، جو غلطی سے متن میں شامل ہو گئے، یہی بات انجیل برنباس میں اس مقام پر بھی کہی جا سکتی ہے،

(۶) انجیل برنباس کی اصلیت پر چھٹا اعتراض بعض لوگوں نے یہ کیا ہے کہ اس کے بہت سے نظریات چودھویں صدی کے مشہور شاعر ڈانٹے سے ملتے ہیں، لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصنف ڈانٹے کا ہمعصر ہے

لیکن اس اعتراض کی کمزوری محتاجِ بیان نہیں، دو انسانوں کے کلام میں اگر کچھ مطابقت پیدا ہو جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان میں سے ایک لازماً دوسرے سے ماخوذ ہے، ورنہ بقول علامہ رشید رضا یہ ماننا پڑے گا کہ تورات کے تمام قوانین حمورابی کے قانون سے ماخوذ ہیں، پھر اگر توارد مشکل معلوم ہوتا ہے تو یہ کیوں ممکن نہیں ہے کہ ڈانٹے نے اپنے خیالات انجیل برنباس سے مستعار لئے ہوں؟

(۷) ڈاکٹر خلیل سعادت نے ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ اس میں بعض بحثیں فلسفیانہ انداز کی ہیں، اور اناجیلِ اربعہ میں یہ انداز نہیں ہے، لیکن اس کا جواب ہم دے چکے ہیں کہ اسلوب کا اختلاف اس کے جعلی ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا، انجیل یوحنا کو دیکھئے! اس کا شاعرانہ اور تمثیلات سے بھرپور انداز باقی تینوں انجیلوں سے کتنا مختلف ہے؟ اس کی بہت سی عبارتیں تو ایسی ہیں کہ آج تک یقینی طور سے حل نہیں ہو سکتیں، مگر اسے تمام عیسائی معتبر انجیل مانتے ہیں،

سب سے مضبوط اعتراض

(۸) ہمارے نزدیک انجیل برنباس کے قابلِ اعتماد ہونے پر سب سے زیادہ مضبوط اعتراض یہ ہے کہ یہ کتاب کسی قابلِ اعتماد طریقے سے ہم تک نہیں پہنچی، جس شخص نے اسے پھیلایا اور عام کیا ہے اس کے بارے میں ہمیں کچھ بھی معلومات نہیں ہیں کہ وہ کس قسم کا انسان تھا؟ اس نے فی الواقعہ یہ نسخہ کہاں سے حاصل کیا تھا؟ اور ایک طویل عرصہ تک یہ نسخہ کہاں کہاں اور کس کس کے پاس رہا ہے؟

ہمارے نزدیک یہ سوالات بہت معقول اور درست ہیں، اور جب تک ان کا کوئی تسلی بخش جواب نہ ملے، اُس وقت تک اس کتاب کو یقینی طور پر اصلی قرار نہیں دیا جا سکتا، لیکن بعینہٖ یہ سوالات بائبل کے ہر ہر صحیفے کے بارے میں پیدا ہوتے ہیں جن کا کوئی تسلی بخش جواب ابھی تک نہیں مل سکا، لہٰذا جو حضرات بائبل کو قابلِ اعتماد سمجھتے ہیں ان کے لئے انجیلِ برنباس کو ناقابلِ اعتماد قرار دینے کا کوئی جواز نہیں ہے،

ہم بحث کی ابتداء میں یہ لکھ چکے ہیں کہ اس طویل گفتگو سے ہم یہ دعویٰ کرنا نہیں چاہتے ہیں کہ یہ کتاب یقینی طور پر اصلی اور قابلِ اعتماد ہے۔ نہ ہم اسے یقینی طور پر الہامی اور آسمانی سمجھتے ہیں، نہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ اس میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب صحیح ہے، بلکہ ہماری گذارشات کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ اس کا پایۂ اعتبار بائبل کی کسی کتاب سے ہرگز کم نہیں ہے، جیسے ...

۱: قابلِ اعتماد طریقوں سے بائبل ہم تک پہنچی ہے، ایسے ہی طریقوں سے یہ بھی پہنچی ہے، جس طرح انجیل برنباس کا سلسلۂ سند کرد مریا راہب فرا ؔمینو پر

جاکر ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح تورات کی سند ٹوٹتی پھوٹتی ہوئی زیادہ سے زیادہ ... خلقیاہ کاہن تک پہنچتی ہے، شاہ یوسیاہ کے زمانہ تک اس کا کوئی پتہ نشان نہ تھا، اچانک یوسیاہ کے زمانے میں خلقیاہ کاہن یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے ہیکل کو صاف کرتے وقت تورات مِل گئی ہے، اور اس کے دعوے کو بغیر کسی تحقیق کے تسلیم کرلیا جاتا ہے (دیکھئے ۲۔ سلاطین ۲۲: ۳ تا ۲۰)

یہی حال عہد قدیم کی دوسری کتابوں کا ہے، کہ ان میں سے اکثر کے بارے میں تو یہی تحقیق نہیں ہو سکی کہ ان کا مصنف کون تھا؟ اور وہ کِس زمانے میں لکھی گئیں؟

عہد نامۂ قدیم کا معاملہ تو بہت پرانا ہے، خود اناجیل اربعہ کا یہی حال ہے، کہ نہ اُن کی کوئی سند موجود ہے، نہ یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ واقعی حواریوں یا اُن کے شاگردوں کی لکھی ہوئی ہے؟ بڑے بڑے عیسائی علماء نے انھیں اصلی ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، لیکن ظن وتخمین کے سوا کچھ نہ کرسکے، اور آخر میں اس بات کا کھلا اعتراف کرنے پر مجبور ہوئے کہ دوسری صدی عیسوی سے پہلے ان انجیلوں کا کوئی نشان نہیں ملتا، عیسائی علماء کے بے شمار اقوال میں سے ہم یہاں صرف ایک اقتباس پیش کرتے ہیں، جس سے آپ کو اناجیلِ اربعہ کی حقیقت معلوم ہو سکے گی، مسٹر برنٹ ہلمین اسٹریٹر اناجیلِ اربعہ پر اپنی معروف کتاب "FOUR GOSPELS" میں لکھتے ہیں:

"عہد نامۂ جدید کی تحریروں کو جو الہامی نسخوں کی حیثیت سے تسلیم کرلیا گیا

ہو، کیا یہ کوئی کلیسائی اعلان تھا جس پر بڑے بڑے کلیساؤں کے اداروں نے اتفاق کرلیا تھا، یہ ہمیں معلوم نہیں ہے ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ ۱۸۰ء کے لگ بھگ اناجیلِ اربعہ کو انطاکیہ، افسس اور روم میں یہ حیثیت حاصل ہوگئی تھی" (فور گاسپلس، ص ۷، مطبوعہ نیویارک)

گویا ۱۸۰ء سے پہلے تو ان انجیلوں کا کوئی ذکر ہی نہیں ملتا، اور اسٹریٹر نے یہ جو کہا ہے کہ ۱۸۰ء میں اناجیل اربعہ کو انطاکیہ وغیرہ میں تسلیم کرلیا گیا تھا اس کی بنیاد بھی اگناشس اور کلیمنٹس وغیرہ کے خطوط ہیں، جن میں انجیلوں کے حوالے موجود ہیں، لیکن خود یہ خطوط بیحد مشتبہ ہیں، جیسا کہ مولانا کیرانویؒ نے اظہار الحق میں تفصیل کے ساتھ ثابت کیا ہے،

یہ تو اناجیلِ اربعہ کی اسناد کا حال ہے، رہیں اندرونی شہادتیں سو اِس معاملے میں بائبل کی حالت موجودہ انجیلِ برنباس کے مقابلے میں کہیں زیادہ ناگفتہ بہ ہے، کیونکہ اس میں بے پناہ اختلافات اور غلطیاں موجود ہیں،

لہٰذا ہماری گزارشات کا حاصل یہ ہے کہ جہاں تک مسلمانوں کے اصولِ تنقید کا تعلق ہے ان کی رُو سے تو بلاشبہ انجیل برنباس ایسی کتاب نہیں ہے جس پر یقینی طور سے اعتماد کیا جا سکے، لیکن ان اصول کی روشنی میں پوری بائبل بھی ناقابلِ اعتبار ہے،

رہے عیسائی حضرات کے وہ اصولِ تنقید جنھوں نے بائبل کو نہ صرف قابلِ اعتبار بلکہ الہامی اور آسمانی قرار دیا ہے، سو انکی روشنی میں انجیلِ برنباس بھی قابلِ اعتبار ٹھہرتی ہے، لہٰذا جو حضرات

بائبل کو قابلِ اعتماد سمجھتے ہیں اُن کے پاس انجیلِ برنباس کو رد کرنے کی کوئی وجہِ جواز نہیں ہے، بلکہ جتنے خارجی اور اندرونی قرائن اس کتاب کی اصلیت پر دلالت کرتے ہیں، اتنے شاید ہی بائبل کی کسی کتاب کو حاصل ہوں،
وَاللہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ اَعْلَمُ ؁

محمد تقی عثمانی
دارالعلوم کراچی

بائبل سے قرآن تک

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی کی شہرۂ آفاق کتاب اظہار الحق، عربی، ترکی، انگریزی، فرانسیسی اور گجراتی زبانوں کے بعد پہلی بار اردو زبان میں۔

- بائبل کی تحریف کے ناقابل انکار دلائل
- عقیدۂ تثلیث کا نقلی اور عقلی احتساب
- مسئلہ نسخ پر سیر حاصل بحثیں۔
- قرآن کی حقانیت کے منہ بولتے براہین
- کتب مقدسہ میں آنحضرت کی ایمان افروز بشارتیں

ترجمہ : مولانا اکبر علی صاحب شرح و تحقیق : مولانا محمد تقی عثمانی

شروع میں مدیر البلاغ کے قلم سے دو سو سے زائد صفحات کا تحقیقی مقدمہ جس میں عیسائی مذہب کا مکمل تعارف اور اس کے تحریف شدہ مذہب ہونے پر معرکۃ الآرا بحثیں شامل ہیں

برصغیر کے تمام ممتاز علماء اہل فکر اور صحافیوں نے اس کتاب کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

کتاب تین جلدوں میں مکمل ہوتی ہے، ہر جلد کی علیحدہ قیمت مکمل سیٹ

تاجروں اور تبلیغی مقاصد کے لئے خریدنے والوں کو خاص رعایت دی جائے گی۔

مقدمہ الگ کتابی شکل میں "عیسائیت کیا ہے" کے نام سے شائع کیا گیا ہے قیمت

ملنے کا پتہ : مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۴

التصریح بما تواتر فی نزول المسیح

(عربی مطبوعہ شام)

حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے سے متعلق سو سے زائد احادیث کا جامع انتخاب جس میں قیامت کی کئی علامات کا بیان ہے اور ان کی روشنی میں مرزائیت کی مدلل تردید۔ جدید ایڈیشن شام کے مشہور عالم شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے اپنی تحقیق و تعلیق کے ساتھ حلب (شام) میں نہایت عمدہ ٹائپ پر طبع کیا ہے۔ کاغذ نہایت نفیس۔

قیمت مجلد :-

ختم نبوت

از: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم

ردِّ مرزائیت پر وہ بے نظیر عالمانہ تصنیف جس نے تمام دینی حلقوں سے خراج تحسین وصول کیا۔ اس میں عقیدۂ ختم نبوت کو سینکڑوں آیات قرآنی اور بے شمار احادیث، آثار صحابہؓ اور اقوال سلف سے ثابت کیا گیا ہے اور مرزائی تاویلات کا مدلل اور عالمانہ احتساب کیا گیا ہے۔ مسئلہ ختم نبوت پر یہ کتاب اپنی جامعیت کے لحاظ سے بے مثل ہے۔ تینوں حصے نئے اڈیشن میں یکجا کر دیئے گئے ہیں۔ قیمت مجلد :-

ملنے کا پتہ:- مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۴

علامات قیامت اور نزول مسیح

مرتبہ: مولانا محمد رفیع صاحب عثمانی

(استاذ حدیث دارالعلوم کراچی)

اس کتاب کے تین حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم کا رسالہ "مسیح موعود کی پہچان" مکمل ہے جس میں مسیح موعود علیہ السلام کی علامات قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کی گئی ہیں اور مرزا قادیانی کے دعوائے مسیحت کی تردید ہے۔ دوسرا حصہ مولانا محمد رفیع عثمانی کے قلم سے حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم کے عربی رسالہ "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" کا اردو ترجمہ ہے جس میں نزول مسیح اور علامات قیامت سے متعلق ایک سو سے زیادہ احادیث کا ترجمہ مع مختصر تشریح درج ہے۔ تیسرا حصہ "علامات قیامت" کے عنوان سے مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب کا نہایت دلچسپ اور ایمان افروز تحقیقی مقالہ ہے جس میں علامات قیامت کی نہایت مستند اور جامع فہرست کے علاوہ ان متعدد علامتوں کی مفصل تحقیق ہے۔ جو عہد رسالت کے بعد پوری ہو چکی ہیں اور جن کے مطالعہ سے ایمان تازہ ہوتا ہے نیز علامات قیامت کی متعارض احادیث میں تطبیق کے فاضلانہ اصول بیان کئے گئے ہیں۔

طباعت آفسٹ، کاغذ سفید

قیمت مجلد مع خوبصورت گردپوش

ملنے کا پتہ:- مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۴

بائبل کیا ہے؟

مرتبہ :۔ محمد تقی عثمانی۔

یہ مختصر کتابچہ دو مضامین پر مشتمل ہے، ایک مضمون میں بائبل کا تعارف ہے۔ اور اس کے ان اختلافات و تضادات کی مثالیں ہیں جنھیں دیکھ کر کوئی بھی صحیح العقل انسان بائبل کو الہامی کتاب قرار نہیں دے سکتا۔

دوسرا مضمون " انجیل برنا باس " سے متعلق ہے یہ وہ انجیل ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آج تک موجود ہے۔ اس انجیل کے ایمان افروز اقتباسات کے علاوہ اسمیں اس انجیل کی اصلیت کی فاضلانہ تحقیق کی گئی ہے۔ تردید عیسائیت اور تبلیغ اسلام کے لئے اس کتابچے کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی ضرورت ہے۔ قیمت

عیسائیت کیا ہے؟

از :۔ مولانا محمد تقی عثمانی

یہ مشہور کتاب " بائبل سے قرآن تک " کا مقدمہ ہے جو اصل کتاب کے ساتھ شائع ہوا، اب قارئین کی سہولت اور مقدمہ کی اہمیت کے پیش نظر اسے الگ کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے جس میں عیسائی مذہب کے بنیادی افکار و نظریات اور عیسائیت کی اجمالی تاریخ اور یہ کہ عیسائیت کا بانی کون ہے؟ اور کیا عیسائیت فی الواقع حضرت عیسٰی کے تعلیم فرمودہ عقائد پیش کرتی ہے؟ اگر نہیں تو وہ کون ہے جس نے حضرت عیسٰی کی تعلیمات کو بگاڑ کر موجودہ لباس پہنایا ہے۔ سائز ۲۳×۱۸/۸ صفحات ۲۴۰ آفسٹ کی دیدہ زیب طباعت اور خوبصورت جلد کے ساتھ۔ قیمت

عِلم الصیغہ (اردو)

فن صرف کی مشہور و معروف کتاب علم الصیغہ جو مدارسِ عربیہ کی ایک اہم درسی کتاب ہے فارسی زبان میں تھی۔ مولانا محمد رفیع صاحب عثمانی استاذ حدیث دارالعلوم کراچی نے اس کا سلیس اور محتاط اردو ترجمہ ایک خاص انداز میں کیا ہے، اور حاشیہ میں مفید تشریحات سے کتاب کی افادیت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

شروع کتاب میں مترجم موصوف نے ایک نہایت بصیرت افروز مقدمہ تحریر کیا ہے جس میں علم صرف و علم اشتقاق کا مفصل اور محققانہ تعارف، تدوین فن کی نادر تحقیق، اور مصنف علم الصیغہ کے حالات زندگی اختصار و جامعیت کے ساتھ بیان کئے ہیں۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مدظلہم نے اپنی تقریظ میں اسے مدارسِ عربیہ میں داخل نصاب کرنے کا مشورہ دیا ہے۔

طباعت آفسٹ، کاغذ سفید چکنا۔ صفحات ۱۴۰ سائز ۲۰×۳۰/۸

قیمت :-

زاد الطالبین (عربی)

زاد الطالبین من کلام رسول رب العالمین عربی کے مبتدی طلبا کے لئے ایک بے مثال رسالہ، عنوانات نحو کے، اور عبارات سب احادیث کی، دوسرے باب میں حدیث کے چالیس قصے بہت سے مدارس میں داخل درس ہے۔

قیمت :-

تصانیف مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ
عصر حاضر میں اسلام کیسے نافذ ہو؟
عصر حاضر میں اسلام کے عملی نفاذ اور مغربی تہذیب کے غلبے سے پیدا شدہ مسائل پر فکر انگیز بحث۔
۲۳×۱۸/۸ کے ۵۰۷ صفحات
آفسٹ طباعت
قیمت -/۴۵ روپے
علوم القرآن
اپنے موضوع پر اردو زبان میں ایک منفرد اور لاجواب تصنیف۔
قیمت -/۴۰ روپے
تقلید کی شرعی حیثیت
تقلید ائمہ کے موضوع پر لاجواب کتاب۔
قیمت -/۱۸ روپے
اعلاء السنن جلد اول
اس صدی کی عظیم کتاب "اعلاء السنن" مؤلفہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی - تحقیق و تعلیق اور مقدمہ مولانا محمد تقی عثمانی، جلد اول کتاب الطہارۃ تک مکمل ہو چکی ہے
قیمت -/۶۸ روپے
بائبل سے قرآن تک
رد عیسائیت پر شہرۂ آفاق کتاب "اظہار الحق" کا اردو ترجمہ عمدہ طباعت خوبصورت گرد و پیش ۳ جلدوں میں۔ قیمت مجلد مکمل -/۱۵۰ روپے
عیسائیت کیا ہے؟
عیسائی مذہب کے بنیادی افکار و نظریات اور دیگر اہم تحقیقات کا گراں قدر مرقع۔
قیمت -/۱۸ روپے
بائبل کیا ہے؟
عیسائی مذہب کی بنیادی کتاب "بائبل" کی حقیقت آفسٹ طباعت۔
قیمت ۴/۵۰ روپے
حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق
حضرت معاویہؓ کے عہد حکومت کی صحیح حیثیت - مودودی صاحب کی کتاب "خلافت و ملوکیت" پر فاضلانہ تبصرہ
قیمت مجلد رنگین سرورق -/۳۳ روپے
ہمارے عائلی مسائل
مسلمانوں کے عائلی مسائل کا اسلامی حل اور ملحدین کے شبہات کا مدلل جواب۔
قیمت -/۹ روپے
درس ترمذی
اردو میں جامع ترمذی کی پہلی معتبر اور مستند شرح
جلد اول -/۹۰ روپے
قیمت جلد دوم -/۶۵ روپے
حضورؐ نے فرمایا
اسلام کے دلکش نظام زندگی سے متعلق ہر شعبے میں آنحضرتؐ کی ہدایات و ارشادات کا حسین مرقع۔
قیمت ۵/۲۵ روپے
احکام اعتکاف
اعتکاف سے متعلق کتب فقہ و حدیث کا نچوڑ اور تمام مسائل پر مفصل تحقیقی رسالہ جو اس موضوع پر منفرد ہے۔
قیمت ۴/۵۰ روپے
مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴

تصانیف مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ
عصر حاضر میں اسلام کیسے نافذ ہو؟
عصر حاضر میں اسلام کے عملی نفاذ اور مغربی تہذیب کے غلبے سے پیدا شدہ مسائل پر فکر انگیز بحث۔
۲۳×۱۸/۸ کے ۵۰۷ صفحات
آفسٹ طباعت
قیمت -/۴۵ روپے
علوم القرآن
اپنے موضوع پر اردو زبان میں ایک منفرد اور لاجواب تصنیف۔
قیمت -/۴۰ روپے
تقلید کی شرعی حیثیت
تقلید ائمہ کے موضوع پر لاجواب کتاب۔
قیمت -/۱۸ روپے
اعلاء السنن جلد اول
اس صدی کی عظیم کتاب "اعلاء السنن" مؤلفہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی - تحقیق و تعلیق اور مقدمہ مولانا محمد تقی عثمانی۔ جلد اول کتاب الطہارۃ مکمل ہو چکی ہے
قیمت -/۶۸ روپے
بائبل سے قرآن تک
رد عیسائیت پر شہرۂ آفاق کتاب "اظہار الحق" کا اردو ترجمہ عمدہ طباعت خوبصورت گرد وپیش ۳ جلدوں میں۔ قیمت مجلد مکمل -/۱۵۰ روپے
عیسائیت کیا ہے؟
عیسائی مذہب کے بنیادی افکار و نظریات اور دیگر اہم تحقیقات کا گراں قدر مرقع۔
قیمت -/۱۸ روپے
بائبل کیا ہے؟
عیسائی مذہب کی بنیادی کتاب "بائبل" کی حقیقت آفسٹ طباعت۔
قیمت ۴/۵۰ روپے
حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق
حضرت معاویہؓ کے عہد حکومت کی صحیح حیثیت۔ مودودی صاحب کی کتاب "خلافت و ملوکیت" پر فاضلانہ تبصرہ
قیمت مجلد رنگین سرورق -/۳۳ روپے
ہمارے عائلی مسائل
مسلمانوں کے عائلی مسائل کا اسلامی حل اور ملحدین کے شبہات کا مدلل جواب۔
قیمت -/۹ روپے
درس ترمذی
اردو میں جامع ترمذی کی پہلی معتبر اور مستند شرح
جلد اول -/۶۰ روپے
قیمت جلد دوم -/۶۵ روپے
حضورؐ نے فرمایا
اسلام کے دلکش نظام زندگی سے متعلق ہر شعبے میں آنحضرتؐ کی ہدایت و ارشادات کا حسین مرقع۔
قیمت ۵/۲۵ روپے
احکام اعتکاف
اعتکاف سے متعلق کتب فقہ و حدیث کا نچوڑ اور تمام مسائل پر مفصل تحقیقی رسالہ جو اس موضوع پر منفرد ہے۔
قیمت ۴/۵۰ روپے
مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴